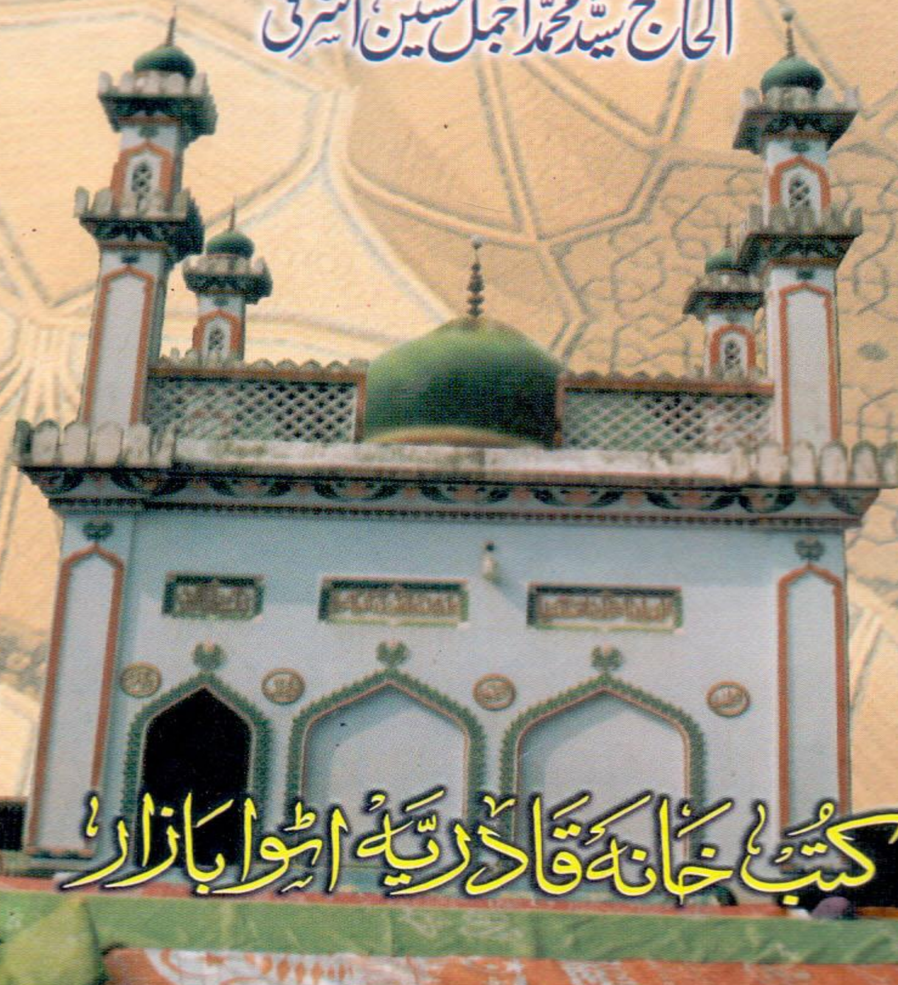
قطبِ عالم

جہانگیر ثانی

الحاج سید محمد اجمل حسین اشرفی



کتب خانہ قادریہ اٹوا بازار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطبِ عالم

جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ

از

سید محمد اجمل کچھوچھوی
خانقاہ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ مقدسہ امبیڈکر نگر، یو۔پی

ناشر
کتب خانہ قادریہ
الوڑا بازار۔ ضلع سدھارتھ نگر۔ یو۔پی (انڈیا)

نام کتاب : ________ قطب عالم جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ

مصنف : ________ سید محمد اجمل کچھوچھوی
(خانقاہ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ مقدسہ امبیڈکر نگر یوپی)

ناشر : ________ غلام اشرف

کاتب : ________ عبدالفتاح ربانی

قیمت : ________ Rs. 40

ملنے کا پتہ

کتب خانہ قادریہ

اٹوا بازار۔ ضلع سدھارتھ نگر۔ یو۔ پی ۲۷۲۱۹۲

اشرفی کتاب گھر

تحصیل روڈ اٹوا بازار۔ ضلع سدھارتھ نگر۔ یو۔ پی

فہرست مضامین

انتساب

والدِ ماجد غازئ اسلام فاتح امرڈ بھا حضرت علّامہ الشّاہ السّید محمّد اکمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جہانگیریہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیضان پر نثار جس نے مجھے میری بے بضاعتی کے باوجود دنیائے تصنیف و تالیف میں قبولیتِ عامّہ سے نوازہ۔

گدائے درمخدوم

سیّد محمّد اجمل کچھوچھوی

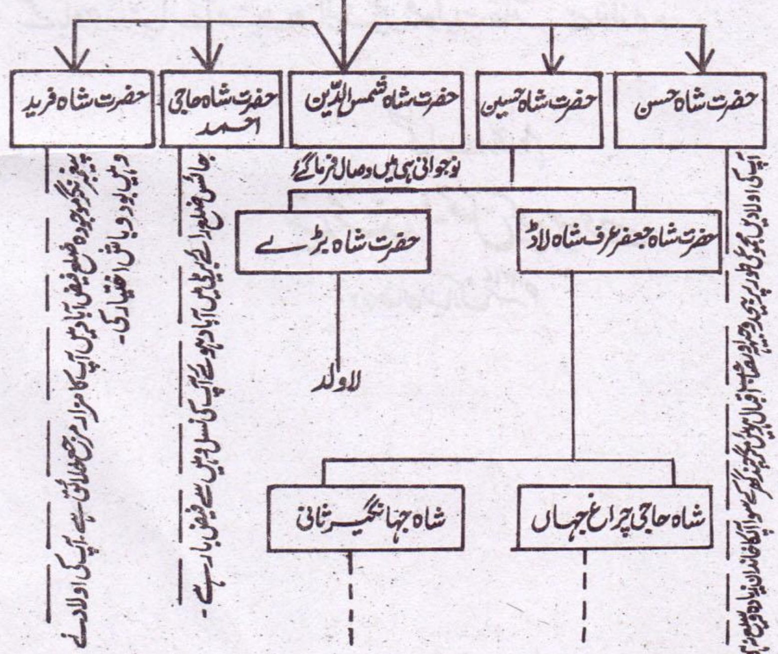
۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

شجرۂ نسب حضرتِ قطبِ عالم جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ

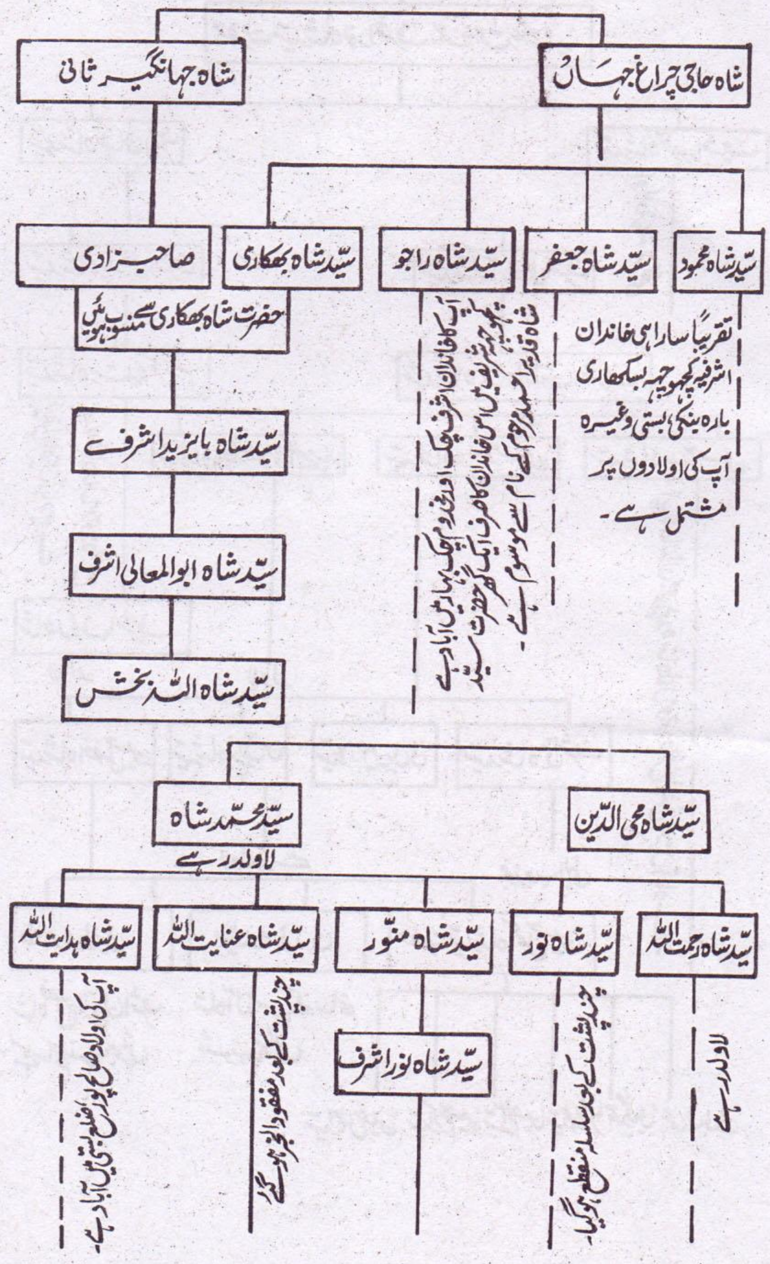
و

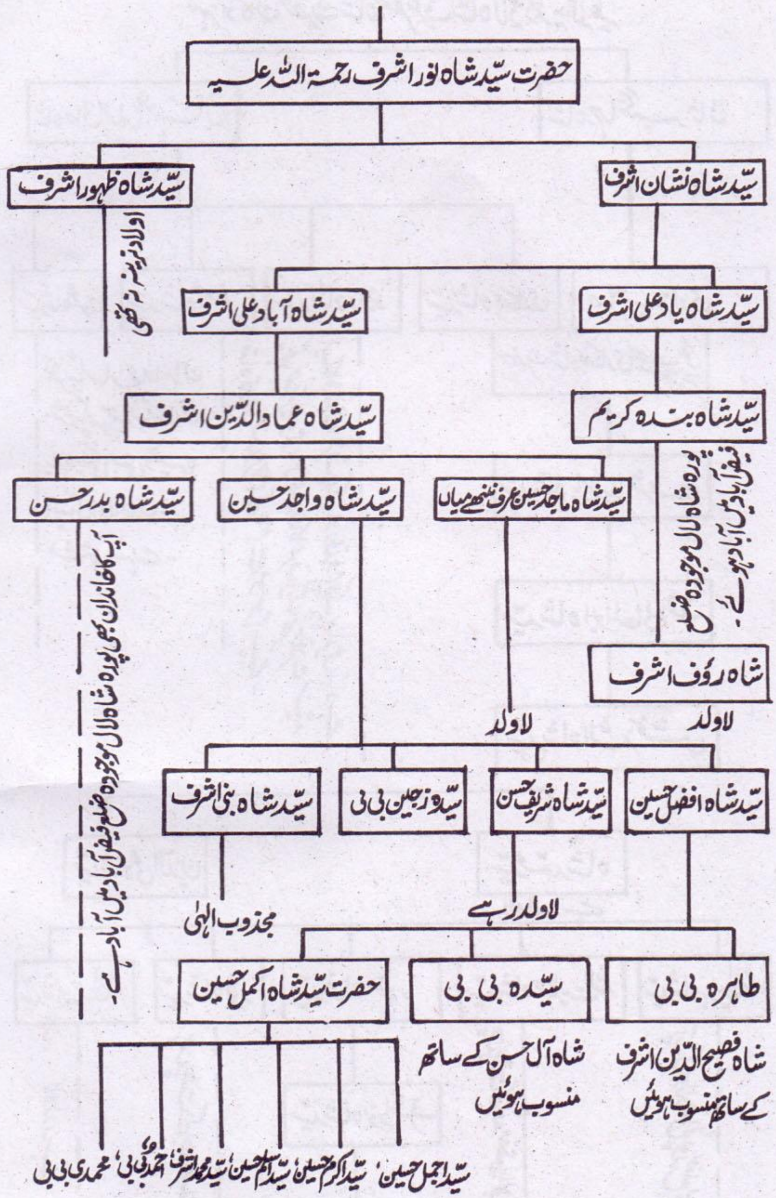
اولادہ

غوث العالم محبوب یزدانی تارک التاج والسریر امیر کبیر
حضور مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی
مخدوم الآفاق حاجی الحرمین حضرت سید شاہ عبدالرزاق نور العین رضی اللہ عنہ
خلف وخلیفہ حضرت قدوۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ



شہزادگان حضرت شاہ جعفر عرف شاہ لاڈ رحمۃ اللہ علیہ




حضرت سیّد شاہ نور اشرف رحمۃ اللہ علیہ
سیّد شاہ ظہور اشرف
اولاد نرینہ نہ تھی
سیّد شاہ نشان اشرف
سیّد شاہ آباد علی اشرف
سیّد شاہ یاد علی اشرف
سیّد شاہ عماد الدین اشرف
سیّد شاہ بندہ کریم
پورہ شاہ لال موجودہ ضلع فیض آباد میں آباد ہو گئے۔
سیّد شاہ بدر حسن
سیّد شاہ واجد حسین
سیّد شاہ ماجد حسین عرف ننھے میاں
آپ کا خاندان بھی پورہ شاہ لال موجودہ ضلع فیض آباد میں آباد رہے۔
شاہ رؤف اشرف
لاولد
لاولد
سیّد شاہ افضل حسین
سیّد شاہ شریف حسن
سیّدہ زجین بی بی
سیّد شاہ نبی اشرف
مجذوب الٰہی
لاولد رہے
طاہرہ بی بی
سیّدہ بی بی
حضرت سیّد شاہ اکمل حسین
شاہ فصیح الدین اشرف کے ساتھ منسوب ہوئیں
شاہ آل حسن کے ساتھ منسوب ہوئیں
سیّد اجمل حسین، سیّد اکرم حسین، سیّد اسلم حسین، سیّد محمد اشرف، احمدی بی بی، محمدی بی بی

بشارتِ عظیمہ

از: لطائفِ اشرفی صفحہ ۴۲۱

حضرت قدوۃ الکبریٰ می فرمودند از عالمِ غیب بشارت میابیم کہ عنقریب از فرزندانِ من یکے "مثلِ من" پیدا خواہد بود۔ چنانچہ حضرت شاہ جعفر عرف شاہ لاڈ دو پسران بوجود آمدند۔ اوّل حضرت سیّد شاہ حاجی چراغ جہاں قدس سرہٗ کہ بجائے [illegible] خود سجّادہ نشین شدند۔ دویم حضرت سلطان صوفیان چراغِ چشتیاں سیّد شاہ جہانگیر ثانی قدس سرہٗ کہ در حقِ ایشاں آں پیشین گوئی حضرتِ قدوۃ الکبریٰ صادق آمدہ۔

حضرت جہانگیر ثانی بغایت صاحب جذب بودند و از تعلقاتِ روزگار کنارہ کش گشتہ۔

یعنی حضرت قدوۃ الکبریٰ مخدوم سمنان ارشاد فرماتے ہیں کہ عالم غیب سے مجھے بشارت ہوئی ہے کہ عنقریب میری اولادوں میں ایک "میرے مثل" پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت شاہ جعفر عرف شاہ لاڈ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دو فرزند ہوئے۔ اوّل حضرت سیّد شاہ حاجی چراغ جہاں قدس سرہٗ کہ اپنے والد کے بعد سجّادہ نشین ہوئے اور دوسرے حضرت سلطانِ صوفیاں و چراغ چشتیاں حضرت سیّد شاہ جہانگیر ثانی قدس سرہٗ کہ آپ کے حق میں حضرت قدوۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی صادق آئی۔

حضرت جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ عظیم صاحبِ جذب تھے آپ نے دنیاداری سے کنارہ کشی اختیار فرمالی تھی۔

فاتح کچھوچھہ

حضرت سید شاہ جعفر عرف شاہ لاڈ رضی اللہ عنہ

مخدوم الآفاق حاجی الحرمین شریفین حضرت سید شاہ عبدالرزاق نورالعین رضی اللہ عنہ، جانشین و اولادِ روحانی و معنوی قدوۃ الکبریٰ غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان میر کبیر حضرت سید اوحدالدین اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے شاہزادہ عالی وقار حضرت سید شاہ حسین المخاطب بہ خطاب سرکار سمنان رضی اللہ عنہ "حسین ثانی ما است کہ از وے خاندانِ بزرگ صادر گردد و قائم مقام ما باشد" سجادہ نشین ہوتے آپ کے دو فرزند ارجمند تھے۔ حضرت شاہ بڑے و حضرت شاہ جعفر عرف شاہ لاڈ رضی اللہ عنہما۔

حضرت شاہ بڑے پر ہمیشہ جذب و کیف طاری رہتا تھا والدِ ماجد کے وصال فرمانے کے بعد صحرائے موضع بی بی پور کی سکونت اختیار فرمائی اور وہیں وقت آخر تک قیام فرمایا۔

حضرت شاہ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سید شاہ جعفر عرف شاہ لاڈ رضی اللہ عنہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کو خداوند تعالیٰ نے مادر زاد ولی بنایا تھا۔ آپ کو بچپن ہی سے عبادتِ الٰہی، اتقا و پرہیزگاری کا شوق رہا اور تھوڑی ہی عمر میں آپ تمام علومِ ظاہری و باطنی میں وحیدِ دہر و فریدِ عصر ہو گئے۔

بحر ذخار میں آپ کے متعلق یوں رقم ہے۔

مدت العمر مسندِ خلافتِ جد را از سائرِ حقوق صوری و معنوی آراستہ در پردہ شد: الغرض ذاتِ مجموع برکات حضرت سید جعفر از اکابر اولیائے حق۔ اعظم و اصلانِ مستغرق منتہی مراتبہ کمال مجیب الدعوات بے اہمال، مظہر ولایت اشرف بہ ولایت

اعلیٰ امشرف دلش نشیمن شہباز عشق، حالات وزبانش خزائن معرفت ومقالات انفاسش برتقدیر الطافش مصلح امر مفقود اللہ عز اخص خواص ارباب فنا افضل غواص بحر لقا تاج المجاہدین از مجاہدات شاقہ فخر المشاہدین از مشاہدات طاقہ در عہد بے نظیر بالاستحقاق سجادہ نشین حضرت سید اشرف جہانگیر بودہ است۔ در رسالہ احوال او آوردے ولی مادر زاد بود۔ ابواب لدنی حضرت سلطان صاحب را او وارث گشت انتہیٰ

آپ مادرزاد ولی تھے۔ کم سنی ہی میں آپ کی وہ شہرت اور مقبولیت ہوئی کہ ہر شخص رشتۂ اطاعت وفرمانبرداری میں منسلک نظر آتا تھا۔ آپ کے الطاف وعنایات کی وجہ سے تمام قرب وجوار حلقہ بگوش ہو گیا تھا۔

نو سال کی عمر میں آپ جونپور کے گردونواح میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے علماء و فقہا از راہِ حسد آپ سے مباحثہ ومکالمہ کیلئے آئے۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ اس وقت جو شخص بھی دروازے پر حاضر ہو اس کو لاؤ۔ خادم نے موسیٰ نامی تیلی جو موضع بھولے پور (کچھوچھہ شریف سے تھوڑی دور پر واقع ہے) کا رہنے والا تھا آپ کی خدمت میں حاضر کیا آپ اس وقت پان نوش فرما رہے تھے وہی لعاب موسیٰ تیلی کے منہ میں ڈال کر فرمایا کہ یہ لوگ جو بھی سوال کریں اس کا جواب دیدو۔ علماء نہایت مشکل سوال کر رہے تھے مگر موسیٰ ہر سوال کا جواب نہایت معقول دیتا تھا یہ دیکھ کر علماء حیرت زدہ ہوئے اور اپنی اس ناشائستہ حرکت پر نادم ہو کر رخصت ہوئے۔

ظہورِ کرامات

آپ موضع ریدہ از مضافات اعظم گڑھ تشریف لائے۔ موضع کے قریب ایک جھیل تھی جس میں سیلاب آیا کرتا تھا چونکہ کسانوں کا کھیت نشیب میں تھا اس وجہ سے ہر سیلاب سے زراعت کو عظیم نقصان پہونچتا تھا حسن اتفاق کہ آپ کے دورانِ قیام سیلاب کا زور ہوا۔ کسان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے طالب ہوئے

تو آپ نے جھیل کے قریب جاکر ارشاد فرمایا کہ "اے جھیل تو خدا کے حکم سے نشیب سے فراز کی طرف رواں ہوجا" جھیل فوراً ہی نشیب سے فراز کی طرف رواں ہوگئی اور کسانوں کا کھیت محفوظ رہا۔

وہاں سے آپ موضع سرور پور (اب سرہر پور جو قصبہ اکبر پور سے ۱۲ میل جنوب میں واقع ہے) تشریف لائے۔ ایک روز آپ سیر کی غرض سے باہر نکلے اور آپ کا گذر حضرت شیخ نور عباسی خلیفہ شیخ داؤد شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی طرف ہوا اس وقت آپ کے ہمراہ حضرت شیخ رکن الدین بنیرہ، حضرت شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت شیخ نور نے اپنے روضہ کو حضرت مخدوم پاک رضی اللہ المولیٰ کے روضہ مبارک کے مثل تعمیر فرمایا تھا۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ "نور بے ظہور رہیگا"۔ چنانچہ پہلے تو حضرت شاہ نور رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ بے رونق اور سنسان رہا مگر آج کھنڈر کی صورت میں ہے۔

فتح کچھوچھہ

آپ کو خداوند تعالیٰ نے تمام اوصافِ حمیدہ کے ساتھ شجاعت اور دلیری بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ ہی کی ذات تھی جس نے کچھوچھہ شریف سے کافروں کو خس و خاشاک کی طرح پاک و صاف کر دیا۔ اس واقعہ کو بزرگوں سے یوں سنا گیا ہے کہ کچھوچھہ رجبھر قوم کے زیر تسلّط تھا جو نہایت سرکش اور وحشی تھے۔ حضرت شاہ جعفر رضی اللہ عنہ، نے پہلے اس قصبہ میں اپنا مکان تعمیر فرمایا۔ (یہی وہ پہلا مکان ہے جو آج اپنی جدید شکل میں "کاشانۂ اکمل" کے نام سے موسوم و مشہور ہے) اور یہیں مقیم ہو گئے اس کے بعد بازار کا سنگِ بنیاد رکھا تو رجبھروں نے آپ کی ذات کو اپنے قبضہ و تسلّط کے لئے خطرہ محسوس کیا اور جنگ و جدال پر آمادہ ہو گئے پہلے تو آپ نے درگذر فرمایا مگر جب

رنجبھر قوم کسی طرح اپنی سرکشی سے باز نہ آئی تو آپ نے خطوط کے ذریعہ تمام مریدین کو دعوت جہاد دی۔

قربان جانے کو جی چاہتا ہے اس دور کے مریدین کے جذبۂ اطاعت ومحبت پر کہ گردنیں کٹانے کا حکم پاکر بھی سبھی نے لبیک کہا اور حاضر ہو گئے۔ درگاہِ معلّیٰ اور کچھوچھہ مقدسہ کے درمیان واقع بڑا میدان میدان کارزار بنا۔ کچھ دنوں تک مسلسل جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر کافروں نے نہایت فاش شکست کھائی اور فرار ہو گئے۔ اور حضرت شاہ جعفر عرف شاہ لاڈ رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے فتح سے ہمکنار فرمایا۔ شہدا اسی میں گنج شہیداں کی صورت میں مدفون ہوئے اور کچھوچھہ غازیانِ اسلام کی برکت سے کچھوچھہ شریف بنا۔ آپ کا تعمیر کردہ کنواں جو آپ کے مکان کے مغربی جانب متصلاً ہے اور مسجد بازار میں آج بھی موجود ومحفوظ ہے۔ نیز درگاہ شریف میں آستانہ شریفہ اور صحن آستانہ پر جو بنگلہ ہے وہ آپ ہی کی تعمیرات سے ہے جس کی تعمیر جدید ہو چکی ہے۔

شہزادگان

آپ کے دو فرزند تھے۔ حضرت شاہ حاجی چراغ جہاں وحضرت شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہما۔ حضرت حاجی چراغ جہاں رضی اللہ عنہ آپ کے وصال فرمانے کے بعد سجّادہ نشین ہوئے اور حضرت شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ چونکہ نہایت مرتاض بڑے فیاض اور رحم دل تھے افادہ وہدایتِ خلق میں مصروف رہے۔

حضرت حاجی چراغ جہاں رضی اللہ عنہ

بحر ذخّار میں حضرت شاہ وجیہہ الدّین علیہ الرحمۃ آپ کیلئے یوں رطب اللسان ہیں۔
آں سر حلقۂ زوار کعبۂ معنوی وصوری آں سر حلقہ اسرارِ حضوری آں گم گشتگانِ بادیہ

ضلالت را امن و اماں شمع آلِ اشرف حضرت حاجی چراغ جہاں خلف و خلیفہ حضرت شاہ لاڈ کٹّا نواز است و سجادہ نشین حضرت سلطان صاحب۔ در رسالہ احوال نویس کہ از علوم صوری و معنوی بہرہ بلند و در زہد و ورع مرتبۂ ارجمند را مالک بود۔ بکثرت شرفِ زیارتِ حرمین شریفین حاصل ساختہ۔ پیوستہ از لقائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرف می شد و اکثر اعتکاف در حرمین گزرانیدہ و اکثر از خلق متنفر و محرز بودی۔ در عہدِ خویش از کمالاتِ عالی منشا، اعتقادِ خاص و عام بود انتہی بلفظہٖ حق تعالیٰ او را چہار پسر مجموعۂ اخلاق مشہورۂ آفاق عنایت فرمود۔ سید محمود، سید جعفر، سید راجو و سید بھکاری۔

حضرت شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ

صاحب ظرائفِ اشرفیہ حضرت شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ، کے متعلق یوں رطب اللسان ہیں۔

"حضرت جہانگیر ثانی، اشرف جہانگیر بود" آں پیشین گوئی حضرت **قدوۃ الکبریٰ** بحق ایشاں رو نمود۔ بعد خلافت و بیعت از پدر بزرگوار سلسلۂ چشتیہ و طریقۂ بہشتیہ را او احیار فرمود۔ فی الواقع سالک مسالکِ خداداتی و مالکِ ممالک اشرف السمنانی بود و در خرقِ عادات شہرۂ آفاق و در کرامات مشہور بالاتفاق گردید۔

خداوند تعالیٰ نے آپ کی زبانِ مبارک میں عجیب اثر بخشا تھا جو کچھ آپ فرماتے تھے فوراً ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ سیر کو نکلے یہاں تک کہ آپ موضع لورپور (اکبرپور کے قریب واقع ہے) میں ایک ضعیفہ کے مکان پر پہونچے جس کا نام پھولیا تھا وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور آپ کی خدمت میں ماحضر پیش کیا حضرت نے قبول فرمایا۔ پھر باہر تشریف لائے اس وقت آپ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔ "پھولیا پھولی، پھولیا پھولی" یہاں تک کہ آپ عالمِ جذب و کیف میں یہی الفاظ دہراتے ہوئے کچھوچھہ شریف تک آگئے۔

اتفاقاً اس مقام پر ایک مجاور کھڑا تھا اس نے عرض کیا کہ اے جہانگیر کہاں تک پھولیا کو عطا کریں گے کچھو چھہ آپ کے قیام کی جگہ ہے اپنے بچوں کے لئے باقی رکھئے آپ نے اسی کیفیت میں فرمایا خاموش ہو جا۔ چنانچہ وہ گونگا ہو گیا اور تمامی علاقہ پھولیا اور اس کے وارثوں کی جاگیر ہو گیا۔

صاحب بحر ذخار آپ کیلئے یوں مدحت سرا ہیں۔

آں وفار التنور طوفانِ جلال آں بیت المعمور تجلّیاتِ جمال آں شاہ بے تاج و سلطان بے سریر قطبِ وقت حضرت شاہ جہانگیر از عمدۂ صوفیان و سراج دودمانِ چشتیان بود۔ خلف و خلیفہ پدر عالی قدر خود سیّد جعفر عرف شاہ لاڈ است۔ سلوک با جذب توام داشت خدؐ گو کمالاتِ بلند و تصرفاتِ ارجمند و احیائی موتیٰ او کردہ است ہر چہ از زبان کرامت بنیان او بر آمدی معاً ظاہر شدی ملک زادہائے جلالپور از برکت انفاسش صد دیہ را بالقیضۂ تصرف خود آوردند متاہل بود۔ پسر از انفاسش مرد و دختر را برادر زادۂ خود شیخ بھکاری خلف حاجی چراغ جہاں عقد بست انتہی بلفظہ الشریف مزار مبارکش در دائرۂ روضۂ مقدسہ حاجت روائے خلائق است۔ چونکہ در زمانۂ سابق بنگلۂ او کہ در ان مزار فائض الانوار واقع است خس پوش بود لیکن الآن منجانب بعض حاجتمندان آنہی ساختہ شدہ است و نذور و فتوح کہ بر مزار والا میگزرد حسبِ دستورِ قدیم قابض و متصرف اولاد دختری ایشاں ہستند بلا مشارکت غیرے و بلا مداخلت دیگری در ان احدیرا عذر چوں و چرا نیست

مِرْاَۃُ الْاَسْرار میں حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ قدوۃ الکبریٰ غوث العالم مخدوم سمنان رضی اللہ عنہ کی شہزادگانِ حضرت نور العین رضی اللہ عنہم پر نوازشات کا واقعہ نقل فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

آپ نے حضرت سیّد حسین کو جامۂ تبرک عطا کر کے فرمایا کہ،، ہمارا حسین ثانی

حسین ہے" اس خاندان سے بزرگ پیدا ہوں گے چنانچہ اسی طرح ہوا۔ ان کی اولاد سے اکثر عارفان باکمال وجود میں آئے جن میں سے بعض سالک اور بعض مجذوب تھے۔ چنانچہ میر سیّد جعفر عرف شاہ لاڈ اور میر سیّد جہانگیر ہر خاص وعام کے علم میں ہیں۔

الغرض خانوادۂ سلطانی کا یہ روشن چراغ ثانی اُشرف جہانگیر بن کر اپنی شانِ جہانگیری سے ایک زمانے تک خلقت کو مالا مال کرتا رہا۔ غوث العالم کی غوثیت اور محبوبیت ربّی کی نعمتوں سے تشنگان معرفت کو سیراب کرتا رہا۔

جیسا کہ بحرِ ذخار میں حضرت شاہ وجیہہ الدّین لکھنوی علیہ الرحمۃ والرضوانُ نے آپ کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے آپ کو ربّ کریم نے کچھ اس شان سے نوازہ تھا کہ آپ نے مردوں کو بھی زندگی بخشدی آپ نے جو فرمایا وہ ہوا جسے جتنا چاہا نوازہ جائے کتنوں کو اپنی نگاہِ ولایت سے قربِ الٰہی کی رفعتوں سے آشنا کرتے والی یہ ذات قطبِ وقت جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہٗ کے نامِ نامی سے سارے خانوادۂ اشرفیہ میں ممتاز ومنفرد رہی اور اپنے بعد اپنی نسلِ پاک کو وہ شانِ ولایت عطا فرمائی کہ آپ کے خاندان کی ہر پشت میں ہر دَور میں کوئی نہ کوئی مجذوبِ الٰہی وسالک ہوتا رہا ہے اور اسی وجہ سے آپ کا کاشانۂ اقدس "مجذوبوں کا گھر" کے نام سے موسوم ومشہور رہا ہے اور اس کا اعتراف نا صرف اہلِ کچھوچھہ مقدسہ بلکہ خانوادے کے افراد بھی کرتے رہے ہیں۔ آج بھی حضرت جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہٗ کی نصب فرمائی چوکھٹ گھر کے داخلی دروازے پر فیض بخش خاص وعام ہے حتّٰی کہ اہل کچھوچھہ اس عظیم چوکھٹ پر جھوٹ بولنے تک سے گریز کرتے رہے ہیں۔

حضرت قطبِ عالم جہانگیر ثانی علیہ الرحمۃ کے ایک ہی صاحبزادے تھے جن کا اوائل عمری ہی میں وصال ہوگیا تھا دوسری اولاد میں ایک صاحبزادی تھیں جنھیں آپ نے اپنے ایک بھتیجے شاہزادۂ حضرت حاجی چراغ جہاں دستگیر بیکساں حضرت سیّد شاہ بھکاری رحمۃ اللہ علیہ

کے ساتھ منسوب فرماکر اپنا خلف و جانشین بنالیا اس طرح حضرت محبوب باری سیّد شاہ بھکاری علیہ الرحمۃ نسلِ جہانگیری کے امین بنے۔ حضرت شاہ بھکاری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے صاحب ظرائف شگرفیہ حضرت سیّد شاہ حمایت اشرف صاحب علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔

درہرو شریعتِ غرارہ نور دطریقتِ بیضا صاحب مقاماتِ عالیہ جامع کراماتِ متعالیہ فیض بخش فریادستان دستگیر درماندگان شہنشاہِ عالم بادشاہ اعظم نیا بیج فقر وفاقہ منابیع صبر شاقہ محبوب باری حضرت سیّد شاہ بھکاری کہ جامع اسرار معانی ولامع بانوار رحمانی بود۔

اور بحر ذخار میں حضرت شاہ وجیہہ الدّین لکھنوی علیہ الرحمہ یوں مدحت سرا ہیں شیخ شاہ بھکاری از مشربِ صوفیہ حظی وافر داشت و صاحبِ مقامات بود در اولادش نیز در ہر طبقہ صاحبِ ذوق و مشغول شدہ آمدہ اند۔ فی الحال شاہ نور اشرف ابن شاہ منور اشرف خلفِ سلف خود است۔ انتہی الاٰن از اولادش سید واجد حسین رسید تہی بمقام کچھوچھہ وسیّد بدر الحسن وسیّد یدہ کریم بمقام بسوڑھی موجود اند و مزارِ سیّد بھکاری برابر مزار شریف شاہ جہانگیر واقع است۔

ولایت کے آفتاب و مہتاب

جیسا کہ صاحب بحر ذخّار حضرت شاہ وجیہہ الدّین لکھنوی علیہ الرحمۃ نے خانوادۂ جہانگیری کے مطابق لکھا ہے کہ انکی اولاد ہر دَور میں صاحبِ ذوق و شانِ کرامت سے بہرآور رہی ہے۔ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ حضرت شاہ نور اشرف صاحب علیہ الرحمۃ کے بعد حضرت شاہ نشان اشرف رحمۃ اللہ علیہ جانشین ہوئے اور اپنی خدا داد عظمتو اور عارفانہ شان سے دُنیائے جذب وسلوک میں ایک ممتاز مقام پر فائز ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ آباد علی علیہ الرحمۃ نے بھی والدِ ماجد کی راہ ورثے میں پائی تھی جذب وسلوک و دنیائے معرفت کا یہ بے تاج بادشاہ ایک زمانے تک تشنگان شراب معرفت کو سیراب کرتا رہا اور پھر خانوادۂ جہانگیری پر ربِّ قدیر نے مزید انعام فرماتے ہوئے حضرت سیّد شاہ عماد الدّین اشرف علیہ الرحمۃ والرضوان نامی فردِ کامل کو عالم آشکارہ فرمایا آپ کی ذات کو ربّ کائنات نے مجمع الکمالات بنایا تھا بے شمار عارفانِ باکمال کو منزلِ مقصود سے وابستہ کرنے والی یہ ذات قطب زمن دستگیر بیکساں کہلاتی کبھی کوئی سوالی آپ کے درِ جود وسخا سے مایوس نہ ہوا دُنیا و آخرت کی وہ کون سی نعمت تھی جسے آپ نے انتہائی فیاضی سے تقسیم نہ کی ہو۔ ایک بار مکان کی تعمیر کے وقت چھت کا شہتیر چھوٹا پڑ جاتے پر جب معمار نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے چھوٹی شہتیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تو جب درخت کی صورت میں تھی تو اللہ کے حکم سے بڑھتی تھی کیا۔ فقیر کا مکان نہ بنے" اور معماروں سے فرمایا کہ شہتیر دیوار پر چڑھائی جائے چنانچہ جب شہتیر دیوار پر رکھی گئی تو تقریباً دو ہاتھ بڑھ چکی تھی۔ وہ شہتیر آج بھی محفوظ ہے۔ یہ واقعہ اتنا مشہور ہوا کہ لکڑی بڑھانے کی وجہ سے آپ کو بعض لوگ لکڑ شاہ کہنے لگے۔

وَلی کی موت دراصل حیاتِ جاودانی ہے

تاجدارِ ولایت حضرت شاہ عماد الدّین اشرف عرف لکڑ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بروز سہ شنبہ ۲۹ محرم الحرام ۱۲۹۰ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے وصال کی خبر ہوتے ہی سارا علاقہ زار و قطار روتا ہوا آخری زیارت کیلئے ٹوٹ پڑا تجہیز و تکفین کے مرحلے سے گذرنے کے بعد جب آپ کا جنازہ درگاہِ معلیٰ کی طرف رواں ہوا تو ایک اژدہام عظیم ساتھ تھا۔ ابھی جنازہ اپنے قدیم راستے سے گذرتا ہوا کچھوچھہ مقدسہ کی

آبادی اور درگاہِ معلّٰی کے درمیان واقع بڑے قبرستان پہونچا ہی تھا کہ قریب کی غیر مسلم آبادی کی ایک عورت اتفاقاً سامنے آئی اتنا بڑا جلوسِ جنازہ دیکھ کر بیحد حیرت زدہ ہوئی۔ اور کسی سے پوچھ بیٹھی کہ یہ کس کی میت ہے جو اتنا بڑا مجمع ساتھ ہے جب اسے معلوم ہوا کہ یہ انھیں بزرگ کا جنازہ ہے جنھوں نے لکڑی بڑھادی تھی اور جن سے بلا امتیاز مذہب و ملت سبھی فیضیاب ہوتے تھے۔ تو بے ساختہ اس کے منھ سے نکل گیا کہ " اتنے بڑے بزرگ اور منگل کے دن وصال فرمایا " ابھی اسکا جملہ مکمل ہی ہوا تھا کہ حضرت شاہ عمادالدّین اشرف علیہ الرحمہ جنازے میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اس سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ " اب تو ہی بتا کہ کس دن مرُوں۔

سارا مجمع دم بخود اور عالم حیرت میں مستغرق زندگی اور موت کے اس حسین امتزاج کو دیکھ رہا تھا سوالی عورت لرزہ براندام ہو گئی اور عفو و درگزر کی درخواست کے ساتھ گریہ وزاری کرنے لگی۔ حضرت نے اس کی بیحد دلجوئی فرمائی اور اس کی تسلّی و تشفی کی جب تھوڑی دیر کے بعد اس کو اطمینانِ خاطر نصیب ہوا تو عرض گذار ہوئی کہ بسرکار چونکہ آپ کے مذہب میں جمعرات و جمعہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اس لئے آپ کی شانِ عظیم کے مطابق مجھے منگل کے روز آپ کے وصال پر حیرت ہوئی اور میرے منھ سے ایسا نکل گیا "

یہ سُن کر حضرت نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جنازہ واپس لے چلو یہ جمعرات کے لئے کہہ رہی ہے تو جمعرات ہی بہتر ہے۔ پھر جنازہ واپس آیا اور حضرت اپنے خانۂ اقدس میں تین روز مزید مقیم رہے۔ البتہ نہ آپ نے کسی وقت کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی بدن سے کفن اُتارا۔ جب کسی نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ دُنیا میں میرا وقت ختم ہو چکا ہے یہ تو محض اس عورت کی بات پر میں واپس آگیا ہوں تاکہ دُنیا جان لے کہ اولیاء اللہ کی زندگی اور موت کس شان کی ہوتی ہے اور اللہ ربّ العزّۃ

اپنے اولیاء پر کیسا فضل فرماتا ہے۔

ولایت کا یہ آفتاب غروب ہوا تو اس کی ضیا بارکرنیں حضرت شاہ واجد حسین، حضرت شاہ ماجد حسین عرف ننھے میاں اور حضرت شاہ بدر حسن رضی اللہ عنہم کی صورتوں میں جلوہ گر ہو گئیں۔ حضرت شاہ بدر حسن تو ولایتِ بارہ بنکی سے سرفراز ہو کر بارہ بنکی تشریف لے گئے اور حضرت سید شاہ واجد حسین اور حضرت سید شاہ ماجد حسین رضی اللہ عنہما خانہ نشین رہے۔

دونوں بھائی شانِ ولایت سے بہرآور ہو کر طالبان راہ حق کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے باکمال والدِ ماجد نے اپنے صاحبزادوں کو علومِ شریعت و معرفت سے اس انداز سے نوازہ تھا اور ایسی تربیت فرمائی تھی کہ آپ کی حیاتِ ظاہری ہی میں آپ کے صاحبزادے مرجع خلائق بن چکے تھے۔

والدِ ماجد کے وصال کے بعد حضرت شاہ ماجد حسین عرف ننھے میاں پر مسلسل جذب کا غلبہ رہا اور اسی عالم جذب میں بے شمار خرق عادات واقعات آپ سے ظہور میں آتے رہے ایسی سیف زبانی آپ کو ربّ قدیر نے عطا فرمائی تھی کہ آپ جو بھی فرما دیتے فوراً واقع ہو جاتا اکثر آپ قصبہ ٹانڈہ تشریف لے جاتے اور وہاں مقیم رہتے طالبان حق کا ایک ہجوم حضرت کے ساتھ گشت کرتا رہتا اور حضرت عالمِ استغراق میں ٹانڈہ کے گلی کوچوں میں گشت فرماتے رہتے۔

راقم الحروف کو اہلیان قصبہ ٹانڈہ سے بیشمار واقعاتِ کرامت سننے کو ملے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے جانے کتنوں کو دُنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا جانے کتنے شراب معرفت سے فیضیاب ہوئے اور جانے کتنے بحر ولایت میں غوطہ زن ہوئے۔ چند واقعات نذر ناظرین ہیں۔

(۱) مجھے جناب برکت علی رنگریز مرحوم جو آخر وقت میں ٹانڈہ سے ہجرت کر کے شہر

خلیل آباد ضلع بستی میں آباد ہو گئے تھے رب قدیر نے بڑی طویل زندگی عطا فرمائی تھی۔ تقریباً سوا سو (۱۲۵) سال کی عمر میں وصال ہوا۔ ایک بار ملاقات پر حضرت جدّ کریم شاہ ننّھے میاں علیہ الرحمۃ کا ایک چشم دید واقعۂ کرامت بیان کیا کہ میرے بچپن کا زمانہ تھا چھوٹے چھوٹے بچّے بھی حضرت کے پیچھے پیچھے کچھ دیکھنے اور مٹھائی کی لالچ میں (حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ جب بھی مٹھائی کی دوکان والے برکت کیلئے حضرت کی خدمت میں مٹھائی کے تھال پیش کرتے تو حضرت تھوڑی سی مٹھائی بچّوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔) پھرا کرتے تھے ایک دن بچّوں کے ہجوم میں مَیں بھی شامل تھا کہ حضرت ندی کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک نچلی برادری کا غیر مسلم خنزیر کا ایک ریوڑ چرا رہا تھا اس ریوڑ میں خنزیر کے چھوٹے چھوٹے بچّے بھی اُچھل کود رہے تھے اس وقت حضرت پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی جلال وجمالِ الٰہی کی ملی جلی کیفیت سے آپ کا چہرۂ اقدس گلنار تھا اور ہماری نگاہیں ہیبت سے حضرت کے چہرے پر نہیں ٹکتی تھیں کہ یکایک حضرت آگے بڑھے اور خنزیر کے ایک بچّے کو اس کی دُم سے پکڑ کر اُٹھا لیا یہ منظر دیکھ کر چرواہا بھی لرز گیا مگر ہم جو آئے دن حیرت ناک واقعات کا مشاہدہ کیا کرتے تھے خوش ہوئے کہ آج پھر حضرت کی کوئی کرامت دیکھنے کو ملے گی۔

الغرض حضرت اس بچّے کو لئے ہوئے کافی دیر تک چلتے رہے بچّہ اپنی دُم کے سہارے لٹکا ہوا چیں چیں کرتا رہا مگر حضرت کو ایسا استغراق تھا کہ لگتا تھا کہ جیسے آپ کو کچھ خبر ہی نہیں کچھ دیر کے بعد اپنے ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے اور مکان کے اندرونی حصّہ میں واقع صحن میں پہونچے اور وہاں رکھے بانس کے کھمچیوں سے بنے ہوئے ایک بڑے سے جھابے کو اُٹھا کر اسی کے نیچے اس خنزیر کے بچّے کو رکھ دیا اور باہر تشریف لاکر برآمدے میں رونق افروز ہو گئے۔ ہم تمام بچّے کھڑے رہے کافی وقت گذر گیا مگر حضرت کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا اسی اثنا میں چرواہا

تلاش کرتا ہوا آیا اور حضرت کے سامنے ادب سے ایک پیر پر کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کے بار بار بس یہی کہتا رہا سرکار میرا بچّہ، سرکار میرا بچّہ عطا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیّر ہوا اور آپ کے ہونٹوں پر تبسّم آگیا پھر اسے دیکھ کر فرمایا کہ "جا اندر جا صحن میں چھابے کے نیچے تیرا بچّہ ہے لے لے۔ آپ کی اجازت پا کر جب اس چرواہے نے چھابہ اُٹھایا تو اس کے نیچے بجائے خنزیر کے ایک بکری کا خوبصورت سا بچّہ بیٹھا ہوا تھا وہ چرواہا یہ منظر دیکھ کر گھبرا گیا اور لوٹ کر پھر وہی الفاظ سرکار میرا بچّہ سرکار میرا بچّہ عرض کرنے لگا تو حضرت نے فرمایا وہی ہے تیرا بچّہ میں نے اس کی حالت بدل دی ہے اسے لیجا اور پرورش کر اللہ تجھے اسی میں برکت دیگا چنانچہ وہ چرواہا وہی بکری کا بچّہ لے گیا برکت علی صاحب مرحوم نے مزید بتایا کہ کچھ زمانے کے بعد میں نے اس چرواہے کو بکری کا ایک بڑا تاجر پایا۔

(۲) ٹانڈہ والوں میں حضرت کا ایک اور واقعہ بیحد مشہور ہے کہ ایکبار حفاظ و حجاجِ کرام کی ایک جماعت حضرت کے ساتھ تھی کہ حضرت سب کو لئے ہوئے عظیم بزرگ حضرت حقّانی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کے اطراف واقع کھجوروں کے باغ کے قریب تشریف لے گئے اور سرِ راہ بیٹھ گئے رفقاء حضرات بھی جب بیٹھ گئے تو انھوں نے دیکھا کہ کسی طرف سے ایک شخص تاڑی (عرقِ کھجور) سے بھرے ہوئے دو گھڑے لئے ہوئے آرہا ہے جیسے ہی قریب آیا حضرت نے فرمایا کہ ایک گھڑا رکھ دے۔ اس نے خاموشی سے گھڑا رکھ دیا اور چلا گیا پھر حضرت نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لو سب لوگ تھوڑا تھوڑا پی لو مگر لوگوں نے اس سفید مشروب کو تاڑی پر گمان کیا اور اعراض کیا حضرت بار بار فرماتے رہے کہ پی لو پی لو۔ اے فلاں تم پیو، اے فلاں تم پیو۔ مگر جب خشیتِ ایزدی کے غلبے نے کسی کو اُٹھنے نہ دیا تو حضرت نے مایوسی کا اظہار فرماتے ہوئے زمین کی طرف توجّہ کی اور فرمایا کہ "ان لوگوں کے نصیب

میں نہیں تُو ہی پی لے"۔ اتنا فرمانا تھا کہ گھڑا خود بخود پلٹ گیا اور سارا مشروب زمین میں جذب ہو گیا اور پھر اس حصہ زمین سے ایسی خوشبو پھوٹی جس سے ساری فضا معطّر ہو گئی۔ پھر حضرت نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگو آج میرے رب نے ولایت کا شربت بھیجا تھا تم میں سے جو بھی پی لیتا ولی ہو جاتا مگر افسوس تم محروم رہے میرے اصرار پر بھی تم نے نہ پیا۔

تمھیں یہ کیسے گمان ہوا کہ مجھے پاسِ شریعت نہیں اور میں تمھیں حرام شئی پلاؤں گا۔

سنو! فقیر کسی بھی حال میں اپنے رب سے غافل نہیں ہوتا۔

(۳) محمّد یونس قریشی مقیم محلّہ ممتاز گنج ٹانڈہ ہاشم تھوی کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ محلّہ چھجّہ پور میں کشن داس نام کا ایک سادھو اپنے گھریلو مندر میں کھانے کا تھال مورتی کے سامنے رکھ کر پوجا کر رہا تھا اتّفاقاً حضرت ننّھے میاں صاحب کا اُدھر سے گذر ہوا آپ وہیں ٹھہر گئے جب وہ اپنی پوجا سے فارغ ہوا تو آپ نے سادھو کشن داس سے پوچھا کہ تم ان مورتیوں کو کھانا پیش کرتے ہو تو یہ کھاتی کیوں نہیں تو اس نے جواب دیا کہ سرکار یہ پتّھر کی ہیں کھانا نہیں کھا سکتیں اتنا سننا تھا کہ حضرت کا چہرہ متغیّر ہو گیا اور عالم جلال میں مورتیوں سے مخاطب ہوئے۔

"فقیر کہتا ہے....... ! کھانا کھالو"۔ آپ کی زبانِ معجز بیان سے ابھی یہ الفاظ فضا میں بلند ہوئے ہی تھے کہ مورتیوں کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور ان کے ہاتھ کھانے کے تھال کی طرف بڑھ گئے۔ کشن داس سادھو مبہوت سا ہو کر اپنی مورتیوں کو کھانا کھاتے دیکھتا رہا جب کھانا ختم ہوا تو مورتیاں پھر ساکت ہو گئیں۔ ابھی کشن داس پر حیرت و استعجاب کا عالم طاری ہی تھا کہ حضرت نے فرمایا، کشن داس اس کی پوجا کر جس کے قبضۂ قدرت میں ہر شئی ہے۔

(۴) حافظ نذیر صاحب مرحوم محلہ حیات گنج ٹانڈہ نے کئی لوگوں سے روایت

کی کہ ایک فقیر حیات گنج چوک میں ایک مہاجن کی دوکان پر پہونچا اور کہا۔ اے مہاجن!
ایک روپیہ دے ورنہ ابھی تیری دوکان اُلٹ دونگا۔ اتنا سننا تھا کہ مہاجن کو بھی غصہ
آیا اور اس نے یہ کہتے ہوئے روپیہ دینے سے صاف انکار کر دیا کہ بہت دیکھے ہیں۔
جاؤ اپنا راستہ لو مگر فقیر اپنی بات پر اڑا رہا۔ انکار اور دھمکی کے اس ہنگامے کی وجہ
سے دوکان پر کافی مجمع اکٹھا ہو گیا۔ کوڑی اور پیسوں کا دور تھا ایک روپیہ بیحد قیمتی مانا جاتا
تھا لہٰذا کچھ لوگوں کے سمجھانے پر بھی مہاجن نہ مانا لیکن فقیر تھا کہ روپیہ لئے بغیر جانے
کا نام نہ لے رہا تھا اور دوکان اُلٹنے کی دھمکی دہراتا رہا۔ اتفاقاً حضرت کا ادھر سے
گذر ہوا تو دوکان کے ہنگاموں اور شور میں فقیر کی صدا ایک بار پھر بلند ہوئی 'ایک روپیہ
دیدے ورنہ تیری دوکان پلٹتا ہوں۔

اس آواز پر حضرت چونک پڑے اور دوکان کے پاس جا کر اس فقیر پر ایک
بھرپور نظر ڈالی۔ حضرت کا وہاں پہنچنا تھا کہ مجمع پر ایکدم سناٹا طاری ہو گیا چونکہ
لوگ شب و روز حضرت کے حیرت ناک واقعاتِ کرامت کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔
ان کی شانِ ولایت اور مقام عظمت سے اچھی طرح واقف تھے اپنے تو اپنے غیر مسلم تک
انھیں بھگوان، دیوتا وغیرہ جیسے ناموں سے پکارتے تھے لہٰذا سبھی حضرت کی طرف
متوجہ ہو گئے۔ پھر حضرت نے باآواز بلند مہاجن کو مخاطب فرمایا کہ اس فقیر کا مطالبہ
پورا کر دے ورنہ تباہ ہو جائے گا۔ میں نے اس کی نسبت اور اس کا سلسلہ دیکھ لیا
ہے چھ پشت تک تو کوئی اثر نہیں البتہ ساتویں پشت پر ایسے افرادِ کامل ہیں کہ اگر
انھوں نے اپنی نسبت کا تھوڑا سا بھی خیال کر لیا تو واقعی تری دوکان تباہ ہو جائیگی۔
حضرت کے اس ارشاد پر فقیر کا مطالبہ فوراً پورا ہو گیا اور وہ ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

٥ ٹانڈہ کے ہی محلہ سِنکھاں میں رہنے والے عبدالرؤف مستری مرحوم سے
حافظ محمد یونس قریشی روایت کرتے ہیں کہ میں محلہ علی گنج ٹانڈہ میں سرسوں کا تیل

لینے گیا تھا وہیں اچانک حضرت سے ملاقات ہوگئی تو ان سے حضرت نے فرمایا کہ شہر میں طاعون پھیلا ہوا ہے چلو اس کو یہاں سے بھگا دیں۔ انھیں ایک چھڑی تھمائی اور فرمایا کہ میرے ساتھ ہُش ہُش کرتے ہوئے چلو۔ اس طرح حضرت مجھے شہر سے باہر واقع حضرت ہارون رشید بابا علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر لے گئے۔ وہاں فاتحہ پڑھی اور دُعا کی پھر فرمایا کہ اب طاعون یہاں سے ہمیشہ کیلئے چلا گیا۔ اس کے بعد سے یہ بیماری ٹانڈہ میں پھر کسی کو نہ ہوئی۔

(۶) محلّہ علی گنج ٹانڈہ کے نادر نامی سبزی فروش روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت میرے یہاں تشریف لائے اور گُڑ کا شربت بنوایا جب میں نے حضرت کو پیش کیا تو اس میں سے تھوڑا سا نوش فرمایا اور مجھے عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اسے لیجا کر اپنے سبزی کے کھیت میں ڈال دو جو بھی بوؤگے میٹھا ہوگا۔

نادر سبزی والے بتاتے تھے کہ اس واقعہ کے بعد میرے کھیت کا یہ حال تھا کہ میں مولی بھی بوتا تھا تو وہ بھی میٹھی ہوتی تھی۔

(۷) محلّہ الٰہی باغ سنگھاں میں حسینی بابا نامی حضرت کے ایک بڑے چہیتے مرید تھے ان کے یہاں سانپ کثرت سے نکلا کرتے تھے۔ ایکبار حضرت ان کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک سانپ مکان میں داخل ہو رہا ہے آپ فوراً سانپ سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ دیکھ...... یہ میرے مرید کا گھر ہے اب اس میں کبھی مت آنا۔ آپ کے اس فرمان کے بعد پورا محلّہ سانپ سے محفوظ ہو گیا۔

(۸) محلّہ قاضی پورہ ٹانڈہ کے مولوی محمد رفیق صاحب مرحوم سے یونس قریشی صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک بار نماز عشاء کے وقت ہم لوگوں نے حضرت سے امامت قبول فرمانے کی درخواست کی اور بیحد عاجزی کی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھے امامت پر مجبور نہ کرو۔ میری اقتداء نہ کر پاؤ گے مگر ہم سب کے بیحد اصرار پر مصلّےٰ امامت

پر تشریف لے گئے۔ نماز شروع ہوئی ابھی پہلی رکعت کا پہلا ہی سجدہ تھا کہ حضرت نے اپنا سر نہ اُٹھایا۔ سجدہ طویل ہوتا رہا اور رات گذرتی رہی سارے مصلی چونکہ حضرت کے عالم جذب و کیف سے واقف تھے۔ لہٰذا تھوڑے انتظار کے بعد اپنی اپنی نماز پوری کر کے اپنے گھر چلے گئے حتیٰ کہ صبح کے آثار نمودار ہوئے اور کسی مؤذن نے فجر کی اذان دی۔ اذانِ فجر پر حضرت نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور اقتداء میں کسی کو نہ پایا تو مسجد سے بیحد مغموم لہجے میں یہ فرماتے ہوئے نکلے کہ میں نے تو پہلے ہی سب سے کہا تھا کہ میری اقتداء نہ کر پاؤگے مگر نہ مانتے اور محروم رہے۔ پھر نماز فجر کے لئے آنے والوں سے فرمایا کہ میں تو پوری رات اپنے رب کو راضی کر رہا تھا کہ آج جو بھی میری اقتداء میں ہیں انھیں اپنا ولی اور محبوب بندہ بنا لے اور جب میرا رب راضی ہوا تو سب چلے گئے افسوس اب اس محلّہ میں کوئی ولی نہ پیدا ہوگا۔

الغرض بے شمار واقعاتِ کرامت آپ سے ظہور پذیر ہوئے اور جانے کتنوں نے اس مجذوب الٰہی اور قطبِ وقت کی برکتوں سے اپنی دنیا و آخرت میں گُل بوٹے سجائے۔ آپ نے ساری زندگی تجرد میں گزار دی۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت سیّد شاہ واجد حسین علیہ الرحمۃ نے رشد و ہدایت کی ساری ذمّہ داریاں سنبھال رکھی تھیں۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت سیّد شاہ عماد الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جانشین ہوئے اور رہروانِ راہِ طریقت کو ان کی منزلِ مُراد عطا فرماتے ہوئے شریعت مطّہرہ کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے۔

آپ کو اللہ ربّ العزّۃ نے تین صاحبزادے عطا فرمائے تھے۔ اوّل حضرت سیّد شاہ افضل حسین دوئم حضرت سیّد شاہ شریف حسن اور سوئم حضرت سیّد شاہ نبی اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تینوں صاحبزادے بھی اپنے عظیم جداد کے سچّے وارث ثابت ہوئے جہانگیری

سلسلے کی برکتیں جاری و ساری رہیں سلسلۂ رشد و ہدایت مختلف رنگ و روپ میں ایمان و عرفان کے چراغ جلاتا رہا اور جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ کی روحانی توانائیاں اپنی دیرینہ روایتوں کے مطابق اپنی چوکھٹ کو کیف و مستی، جذب و سلوک اور شریعت و طریقت کے گلہائے رنگا رنگ سے سجاتی رہیں سنوارتی رہیں۔

پہلے تو خاندانی طریق کے مطابق دونوں بڑے صاحبزادے یعنی حضرت شاہ افضل حسین اور حضرت شاہ شریف حسن رضی اللہ عنہما اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے زیرِ سایہ علم ظاہر کی برکتوں سے بہرآور ہوئے پھر معرفت کی منزلیں طے کیں اور مجاہدہ و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ نبی اشرف چونکہ مادر زاد مجذوب تھے اس لئے انھیں انھیں کے اعتبار سے والدِ ماجد نے کیف و مستی اور جذب و سلوک کی نئی نئی منزلوں سے آشنا کیا۔ چونکہ مادر زاد سر مستیٔ عشق سے آتشِ عشق کی تپش کچھ زیادہ ہی تھی لہٰذا والدِ ماجد نے انھیں دولت استغراق سے نوازہ مگر تجلّیِ عشق بھی کبھی کبھار اپنی توانائیوں کا مظاہرہ کرتی رہی۔

آپ کو تمباکو نوشی بیحد مرغوب تھی حُقّہ کی چلم میں تمباکو کے ساتھ آگ کی ہمیشہ ضرورت ہوا کرتی تھی اور یہی ضرورت کبھی کبھی ان کو دنیائے حال سے دنیائے جلال میں لے آتی۔ ترقیات سے دُور بہت دُور گاؤں کی فضا، فقیروں اور مستوں کی بستی حال و قال کے غلغلوں سے آباد ماحول، غریب و مفلوک الحال کی منھ بولتی جھونپڑیوں میں ماچس کا تصور بھی ممکن نہ تھا آگ سے آگ جلائی جاتی تاخیر ہو جاتی تو راکھ کے ڈھیر میں چنگاریاں بھی نہ ملتیں۔ ایسے میں حضرت شاہ نبی اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی طلبِ آتش جہاں کچھ لوگوں کی زندگی کو گلزار بنا گئی وہیں کچھ لوگ فطرتِ آتشی کا شکار بھی ہوئے۔ لیکن جب بھی ایسا کچھ ہوا اسمیں حضرت کا ارادہ کبھی مہمیز نہ بنا جو بھی ہوتا اضطراراً ہوتا۔ ورنہ اس مجذوب الٰہی نے اپنے دل کو تجلّیاتِ عشق کا ایسا بحرِ بیکراں بنالیا تھا جس میں کبھی طلاطم نہیں برپا ہوتا۔

آگ نہ ملتی تو سوکھی لکڑی کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا تلاش فرماتے اسے قلم کی طرح انگلیوں سے پکڑتے اور منھ کے قریب لاکر اس پر دم فرمادیتے ایک بار ہی دم کرنا کافی ہو جاتا۔ لکڑی میں فوراً آگ لگ جاتی اور اس طرح حضرت کی ضرورت پوری ہو جاتی۔ آپ نے جوانی ہی میں وصال فرمایا اور اپنے آبائی قبرستان میں آسودہ خواب ہوئے۔

سب سے بڑے بھائی حضرت سید شاہ افضل حسین علیہ الرحمۃ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسند آرائے سلطنت روحانیت ہوئے تو رشد و ہدایت کے سلسلے مزید دراز فرمائے اور اپنا سفر و حضر تبلیغ دین پر وقف فرمادیا۔ مزاج پر صبر و قناعت اور توکل و استغنا کا زبردست غلبہ تھا اسی لئے جہاں بھی تشریف لے گئے لوگ اپنے رب پر بے پناہ اعتماد و توکل کے اس عظیم پیکر کی زندگی کو اپناتے چلے گئے۔ طالبان شوق آتے اور حضرت کی ایک نگاہ کیمیا اثر ہی سے مالا مال ہو جاتے۔ حضرت جادۂ عشق کے متوالوں کو منزلِ مراد عطا فرماتے رہے جانے کتنے گم گشتہ راہوں کو صراط مستقیم سے وابستگی عطا کی۔

جذب و کیف و سرمستی تو کاشانۂ جہانگیری کا ہر دور میں طرۂ امتیاز رہی تھی یہ نعمت حضرت کے حصے میں بھی آئی اور خوب آئی اور مختلف مواقع پر مختلف رنگ میں نظر بھی آئی مگر شریعت و طریقت کے اس عظیم سنگم میں ساری لہریں جذب ہوتی رہیں۔ شریعت و طریقت کو ہمیشہ جسم و روح سے تمثیل دیتے۔ البتہ جذبی کیفیت میں چہرۂ مبارک متغیر ہو جاتا۔ ایسے وقت میں آپ کا چہرہ تجلیات ربانی کا مظہر ہونا سیف زبانی تو ورثہ میں ملی تھی مزید فیضانِ مخدومی نے شانِ ولایت سے ایسا نوازا کہ آپ مرجع خلائق ہو گئے مگر جانو ادہ جہانگیری کا یہ آفتاب ابھی نصف النہار ہی کو پہنچا تھا کہ وقتِ اجل آپہنچا۔ آپ اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہ شریف حسن صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لائے۔

حضرت سید شاہ شریف حسن علیہ الرحمۃ مسلسل بارہ سال سے عالمِ استغراق میں صاحبِ فراش تھے۔ روزانہ چالیس گھڑے پانی سے غسل معمولات میں سے تھا اپنے حصہ کا کھانا غریب پڑوسی کے یہاں بھیجنے کا حکم تھا اور خود بہت اصرار پر کبھی تھوڑا سا قبول کیا کبھی وہ بھی نہیں موسم کی سختیوں میں بھی کبھی اپنے معمول میں فرق نہ آنے دیا تھا۔

جذب و کیف کے اس رنگ میں بارہ سال گزر گئے تھے۔ ماہ و سال کے اثرات سے بے نیاز اپنی دھن میں مست و مگن جہانگیری چوکھٹ کا یہ مجذوب آنکھیں بند کئے عشقِ حقیقی کی جلوہ سامانیوں میں اپنے آپ سے بھی بے خبر تھا کہ بڑے بھائی حضرت سید شاہ افضل حسین علیہ الرحمۃ نے آواز دی .... بابو اب اٹھ جاؤ "میرا جانے کا وقت آگیا ہے" ابھی اس جملے کی صدائے بازگشت بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ سرمستیٔ شوق کے تار ٹوٹ گئے۔ نغمۂ سرمدی کی لہریں جیسے سمٹ گئیں بے خودی کے سناٹوں سے ایک صدا اٹھی۔ آنکھیں کھل گئیں دیکھا سامنے بڑے بھائی اپنے لختِ جگر اور کاشانۂ جہانگیری کے آخری چراغ حضرت سید شاہ اکمل حسین علیہ الرحمۃ (جن کی عمر مبارک ابھی صرف آٹھ سال تھی) کو لئے کھڑے ہیں۔ آگے بڑھے تو بڑے بھائی حضرت سید شاہ افضل حسین علیہ الرحمۃ والرضوان نے بیٹے کو مجذوبِ الٰہی کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ بابو .... میرے بیٹے کو شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کا تاجدار بنانا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور بارِ امامت کبریٰ مجذوبِ الٰہی حضرت سید شاہ شریف حسن علیہ الرحمۃ کے ذمہ آیا۔ چونکہ بارہ سالہ دورِ استغراق اور عالمِ بیخودی کی وجہ سے خلقت پہلے ہی آپ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی اس لئے جیسے ہی آپ نے اپنے فرائض کی تکمیل کی طرف توجہ کی سائلوں اور حاجتمندوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ ہجومِ خلقت (دم بدم) بڑھتا گیا اور آپ فیضانِ سرمدی کا دریا بہاتے رہے پئے بہ پئے شانِ جہانگیری کے مظاہرے ہوتے رہے اور لوگ اپنے

اپنے ظرف اور ذوق طلب کے اعتبار سے فیضیاب ہوتے رہے۔ عوام و خواص سبھی
نے اپنی اپنی جھولیاں بھریں۔ صبح سے لیکر رات تک یہ سلسلہ چلتا رہتا البتہ راتیں باب
جہانگیری والی راہداری کے آخری سرے پر واقع اپنے مخصوص گوشے میں گذارتے
جہاں کثرت سے جن حضرات حاضر ہوتے سلسلۂ اشرفیہ جہانگیریہ میں داخل ہوتے
اور اکتسابِ فیض کرتے تقریباً ساری رات جن مریدین کی آمد کا سلسلہ چلتا رہتا اور
وہ حضرت کی خدمت میں مصروف رہتے اور صبح کی آمد کے ساتھ یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا۔
خانقاہی مصروفیات اور ہجوم خلقت کے باعث سفری سلسلہ موقوف رہا اور
مستقل خانقاہ نشین رہے اس درمیان اپنے نورِ نظر اور چراغ خاندانِ جہانگیری
برادر زادے حضرت سیّد شاہ اکمل حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو گھر سے قریب
ہی واقع جامعہ اشرفیہ میں عصری اور شرعی تعلیم و تربیت کیلئے وقف رکھا۔ مایہ ناز
علماءِ کرام اور اکابرینِ اُمّت کی ایک عظیم جماعت اس وقت جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ
میں شب و روز علم و فن کے جواہر لٹا رہی تھی تشنگانِ علم دُور دُور سے آکر سیراب
ہو رہے تھے بالخصوص حضرت مفسّرِ قرآن حضرت علّامہ الشاہ مفتی احمد یار خان صاحب
آئینہ سنّتِ نبوی مظہر جمالِ مصطفوی حضرت علّامہ الشاہ مفتی عبد الرشید خاں صاحب
فتحپوری، امام علم و حکمت حضرت علّامہ مفتی آلِ حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
جیسے اساتذۂ کرام کی خصوصی توجہ نے شہزادۂ خانوادۂ جہانگیر ثانی کو یکتائے روزگار
بنا ڈالا۔ عمِ محترم قطبِ دوراں حضرت سیّد شاہ شریف حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھتیجے کے
سر پر دستارِ فضیلت باندھی اور سینے سے لگا کر جہانگیری امانتوں اور روحانی منزلوں
سے خوب خوب نوازہ۔ دستور کے مطابق بیعت و خلافت و اجازت سے بہرآور فرما کر
سلسلۂ بیعت و ارشاد کی ذمّہ داریاں عطا کیں۔ پھر مزید کرم فرماتے ہوئے حضرت
نے دو گھوڑے منگوائے ایک پر خود رونق افروز ہوئے اور دوسرے پر شاہزادے

کو سوار ہونے کا حکم دیا اور پہلی بار جب قطبِ عصر و مجذوب الٰہی سنّت اسلاف کا نمونہ بن کر سفر پر روانہ ہوا تو پہلے اپنے جدِّ کریم غوث العالم محبوب یزدانی تارک التاج والسریر امیرِ کبیر حضور مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے دربار میں حاضر ہوئے اور سفر کی اجازت چاہی بارگاہِ غوثیت سے شمال کی طرف سفر کا حکم ہوا اور پھر راہِ خدا میں دو نفوس پر مشتمل یہ مختصر سا قافلہ منزل بہ منزل سفری صعوبتوں کو اُٹھاتا ہوا نیپال تک نور و نکہت، ہدایت و معرفت اور شریعت و طریقت کے روشن منارے قائم کرتا ہوا تقریباً چھ ماہ بعد اپنی خانقاہ میں واپس ہوا تو یہاں بھی مشتاقانِ دید ماہی بے آب کی طرح بیتاب اور اپنی نگاہیں فرش راہ کئے تھے۔ قطب عالم حضرت سید شاہ جہانگیر ثانی اور قدوۃ الکبریٰ غوث العالم حضور مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہما کے روحانی فیضان کا یہ حسین مرقع تقریباً ایکسو پچیس [۱۲۵] سال تک سلطنتِ روحانیت کا تاج دار رہا۔

آخری وقت حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اہلِ خاندان، اہل محلہ اور وابستگان میں سے جو بھی موجود ہوں انھیں بلا لیا جائے تاکہ میں ایکبار پھر سبھی کے لئے دُعا کردوں۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ قطبِ وقت مجذوبِ الٰہی حضرت سید شاہ شریف حسن صاحب علیہ الرحمۃ بارگاہِ الٰہی میں اپنی محبوبیت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے سبھی کو اپنے آخری وقت میں بھی اپنی دعاؤں سے سرفراز فرما رہے ہیں۔

پھر کیا تھا! سارے افرادِ خاندان، اہل محلہ اور عرس مخدومی میں حاضر بہت سے وابستگان سلسلہ درِ دولت پر حاضر ہو گئے اور پورا گھر دروازے تک اژدہام عظیم سے بھر گیا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں دُعا کر رہا ہوں سبھی لوگ اپنے ہاتھوں کو غفور الرحیم کے حضور عاجزانہ انداز سے پھیلائیں اور آمین کہیں۔ سبھی نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔

آخری وقت کی اس دعائے جہاں سبھی کی جھولیاں بھر دیں وہیں ایسے عارفِ کامل، ایسے ولی ایسے مونس و ہمدم ایسے کریم اور ایسے ظلِ رحمت الٰہی سے احساس محرومی کچھ ایسا فزوں ہوا کہ دعاؤں پر آمین کی صدائیں ہچکیوں میں بدل گئیں۔ آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی اس فضا میں ایک ولیٔ کامل نے اپنے قدموں میں حاضر خوش بختوں کے حق میں اپنے رب سے کیا کیا مانگا اور رب کریم نے اپنے اس کریم بندے پر وقتِ رخصت بھی اس کریمانہ ادا پر کیسا کیسا فضل فرمایا کس کس انداز سے نوازہ اور کس کس کو کس قدر اپنی شانِ کریمی سے مالامال فرمایا اس کا اندازہ ممکن نہیں۔

رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں بھری یہ گھڑیاں اس وقت ختم ہوئیں جب اللہ کے اس برگزیدہ بندے نے دعائیں ختم کیں۔ پھر سبھی حاضرین دست بوسی و قدمبوسی سے فیضیاب ہوئے۔ پھر حضور والدِ ماجد غازیٔ اسلام فاتحِ امرڈوبھا حضرت علامہ الشاہ سید محمد اکمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جہانگیریہ کے التماس پر خواتینِ خانہ کیلئے موقع فراہم کیا گیا۔

مخدومہ والدہ ماجدہ مدظلہا اور مخدومہ پھوپھی مرحومہ نے بھی آگے بڑھ کر قدمبوسی کی۔ انھیں بھی دعاؤں سے نوازہ گیا۔ پھر والدۂ مخدومہ نے میرے لئے (راقم الحروف) علمِ دین، جذبہ عمل اور صحت و سلامتی کی خصوصی درخواست کی تو حضرت نے مجھے اپنے قریب بُلایا میں حاضر ہوا تو اپنے پاس بٹھا کر میرے سر پر دستِ شفقت پھیرا جہاں تک مجھے یاد ہے تین بار میری پیٹھ پر اپنے دستِ کرم سے آہستہ آہستہ ضرب دی اور مزید کرم فرماتے ہوئے دَم فرمایا اور والدۂ مخدومہ کو اُن کی آرزوؤں کی تکمیل کی بشارت سے نوازہ .... ۲۷ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء کے اس حسرتناک ماحول میں سبھی کی نگاہیں شانِ کریمی کے اس مظاہرے میں اپنے لئے بھی جگہ ڈھونڈ رہی تھیں کہ رحمت الٰہی جوش پر آئی اور اس نے ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔

کا مژدۂ جانفزا اپنے پیارے بندے کو سنا دیا اور اللہ کا یہ برگزیدہ بندہ اپنے رب کی آغوشِ رحمت میں ابدی نیند سو گیا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون ؕ

حضرت اپنے آبائی قبرستان میں روضۂ جہانگیری سے ملحقہ قبرستان میں اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کے آخری سرے پر مشرقی جانب اپنے بڑے بھائی عطائے الٰہی آفتابِ ہدایت، محرمِ اسرارِ ولایت، تاجدارِ شریعت و طریقت حضرت سید شاہ افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

ع ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فاتحِ امروز و بہا

خاندانِ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ کا یہ آفتابِ جہاں تاب ۲ دو جولائی سنہ ۱۹۲۳ء کو ارضِ گیتی پر جلوہ بار ہوا۔ جذب و کیف و سرمستیٔ عشقِ حقیقی، فقر و درویشی، توکّل و قناعت اور زہد و اتقا، عبادت و ریاضت اور جود و سخا کے اس روحانی ماحول میں آنکھیں کھولنے والا شہزادہ اپنے جدِّ کریم قطبِ دوراں مجذوبِ الٰہی عارف باللہ حضرت سید شاہ ماجد حسین عرف ننّھے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی آغوشِ رحمت میں آیا تو کریم دادا نے پوتے کو ابتدا ہی سے اپنی نگاہِ ولایت و کرامت کے سائے میں رکھا۔ اکثر اپنے کاندھوں پر بٹھائے گھر سے باہر آجاتے کسی کو دیکھتے تو بیحد مسرور ہو کے فرماتے......
"دیکھو یہ میرا گلِ محمد ہے" اور یہی گلِ محمد گلستانِ جہانگیری سے ایسا مہکا کہ ایک عالم کو آج بھی مہکائے ہوئے ہے۔ جانے کتنوں کو ایمان و عرفان اور صراطِ مستقیم

عطا کرنے والا یہ سخی ابن سخی، کریم ابن کریم اپنے جدّ کریم اپنے والدِ ماجد اور اپنے عمِّ محترم جیسے نامور اولیائے کرام کے زیر تربیت شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کے علوم اور روحانی مدارج کو طے کرتے ہوئے ۲۷ محرم ۱۳۶۳ھ کو جب جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ سے فارغ ہوا تو کریم دادا اور والدِ ماجد دونوں ہی اپنے رب کی بارگاہ میں وصلِ حقیقی کی نعمتوں سے بہرآور ہو چکے تھے۔ حضرت عمِّ محترم قطبِ دوراں مجذوبِ الٰہی سید شاہ شریف حسن علیہ الرحمۃ نے اپنے لاڈلے بھتیجے کو سینے سے لگا کر روحانی امانتوں کو سپرد فرمایا اور ارشاد فرمایا بیٹا.......... ! میرے رب کا یہ فضل بے حساب ہے کہ اس نے تمھیں ہر اعتبار سے اکمل بنا دیا ہے۔ مجھے اس دن کا انتظار تھا اپنے بزرگوں اور برادرِ کریم کی امانتوں کو تمھارے سپرد کر چکا ہوں دین کی تبلیغ و اشاعت، شریعتِ مطہرہ کی حفاظت اور امّت مرحومہ کی جو ذمّہ داریاں میرے کاندھوں پر تھیں اب چونکہ تم اس بار کے اٹھانے کے اہل ہو گئے ہو اور بارگاہِ جہانگیری سے تمھارے لئے حکم ہو چکا ہے لہٰذا اب میں خانہ نشین ہوتا ہوں۔ بیٹا......... ! سلسلۂ اشرفیہ جہانگیریہ کی آبرو اب تم ہو اور حضور سلطانِ سمنان محبوب یزداں غوث دوراں مخدوم اشرف رضی اللہ عنہ نے تمھیں مامور فرما دیا ہے۔

چنانچہ عمِّ محترم کے حکم پر حضرت علّامہ الشّاہ سیّد محمّد اکمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ جہانگیریہ نے اپنے دینی اور منصبی فرائض کی تکمیل کے لئے غازیانہ شان سے میدانِ عمل میں قدم رکھا لیکن ابھی صرف چھ سال ہی گذرے تھے اور عمر شریف صرف ستائیس (۲۷) سال تھی کہ دورانِ سفر مقام کبرا تحصیل خلیل آباد (اب ضلع ہو گیا ہے) ضلع بستی میں واقع حضرت شاہ قیام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفۂ اجل حضور غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے آستانے پر حاضری سے فیضیاب ہوئے اور آستانۂ عالیہ سے متّصل گاؤں موضع کبرا میں کچھ مریدین کے اصرار پر حاجی کودن صاحب مرحوم کے گھر پر قیام فرمایا انکے صاحبزادے

مراد علی خاں مرحوم (جو ۱۹۷۶ء میں حضرت والدِ ماجد غازیٔ اسلام فاتح امرڈوبھا علامہ سیّد شاہ اکمل حسین علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد مجھ سے ملنے آئے اور انھوں نے ۱۹۵۰ء میں اَمرڈوبھا کی فتح عظیم اور کفارانِ ہند کی شکست اور ذلّت وخواری کے چوچشم دید واقعات سنائے۔ انھیں میں قلم بند کر رہا ہوں۔ البتہ میرے بچپن میں ایکبار خانوادۂ اشرفیہ کے تمامی اکابرین کی گھر پر ایک نشست کے موقع پر بیحد ضد واصرار سے مجبور ہو کر حضور والدِ ماجد علیہ الرحمۃ نے فتح اَمرڈوبھا کی جو تفصیلات اختصار کے ساتھ سنائیں تھیں وہ بھی میرے ذہن میں نقش رہیں تھیں بعد میں مزید تحقیق کیلئے امرڈوبھا جہاں بیسویں صدی میں بدر وخیبر کی تاریخ دہرائی گئی تھی بھی گیا وہاں مجھے (راقم الحروف) کو فاتحِ اَمرڈوبھا کے رفقاءِ جہاد میں سے کئی لوگ ملے بالخصوص نصیبُ علی صاحب مرحوم حاجی چھٹکان صاحب مرحوم (آپ ہی کے یہاں دورانِ جنگ حضرت نے قیام فرمایا تھا) ان کے صاحبزادے محمد یٰسین مرحوم وغیرہ کی زبانی مزید تفصیلات معلوم ہوئیں جنھیں مجموعی طور سے تطبیق دیکر نذرِ ناظرین کر رہا ہوں۔

مخدوم سمناںؒ کی بشارت

دورانِ سفر موضع کبرا ضلع بستی میں قیام کے دوران ایک شب بخت بیدار ہوا اور حضرت کی دیرینہ آرزوؤں کو معراجِ دید نصیب ہو گئی۔ اور خواب میں سرکارِ سمنان غوث زماں محبوبِ یزداں حضور مخدوم اشرف رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔

حضور والدِ ماجد علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق حضرت جدامجد سلطان سمناں نے ارشاد فرمایا .... "بیٹے اُٹھو! تمھاری ضرورت اَمرڈوبھا میں ہے وہاں جاؤ تمھیں کفّار سے جہاد کرنا ہے"۔

صبح حضرت نے اپنا خواب حاجی صاحب مرحوم اور دیگر اہلیان موضع کبرا کو

بتا کر امرڈوبھا کے حالات معلوم فرمائے مگر اطمینان بخش اطلاعات نہ دستیاب ہوئیں دوسری وجہ امرڈوبھا کا مسلم اکثریتی قصبہ اور اس کا مسلم اکثریتی قرب وجوار ہونا اور بھی ضرورت جہاد کے مطابق نہ تھا اس لئے وابستگانِ سلسلہ اشرفیہ کوئی حتمی رائے قائم نہ کر سکے اور مزید معلومات کیلئے حضرت کو امرڈوبھا جانے سے باصرار روک لیا مگر دوسری شب بھی حضرت مخدوم پاک رضی اللہ عنہ، خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا...... بیٹا جلدی کرو وہاں اسلام اور مسلمان دونوں شدید خطرے میں ہیں اور تمھیں وہاں کفّار سے جہاد کرنا ہے اور اسلام کو بچانا ہے وہاں میں تمھارے ساتھ رہونگا۔"

دوسری شب بھی حکم جہاد ملا تو حضرت نے فوراً امرڈوبھا کیلئے سامانِ سفر باندھنا شروع کر دیا۔ صاحبِ خانہ اور اہلِ محلّہ نے پھر التجائیں کیں۔ مگر حضرت غازیٔ اسلام نے فرمایا کہ جدّ امجد حضرت سلطانِ سمنان کا حکم ہے اور میں امرڈوبھا ضرور جاؤں گا۔" پھر حضرت نے (جو اس زمانے میں گھوڑے ہی پر سفر فرمایا کرتے تھے) اپنا سامانِ سفر گھوڑے پر رکھوایا زین کسی گئی اور پھر سلطانِ سمناں کے شہزادے نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

امرڈوبھا میں آمد

سلطانِ سمناں کا یہ شہزادہ اپنے خادم (محمّد عید و کچھو چھوی مرحوم) کو لئے ہوئے برق رفتاری سے منزل بہ منزل طے کرتا ہوا جب امرڈوبھا کے قریب پہونچا تو امرڈوبھا کی طرف سے عالم وحشت میں مبتلا بھاگتے ہوئے غریب مسلمانوں کے غول کے غول نظر آئے بڑی مشکل سے کسی طرح چند ایک کو روک کر حضرت نے حالات دریافت فرمائے تو معلوم ہوا کہ تقریباً تین لاکھ انتہا پسند کفّار جن میں گورکھپور، دیوریا سے لیکر بمبئی تک کے بڑے بڑے بدمعاشوں کو بلا کر ایک غول بیابانی ترتیب دیا گیا ہے۔

اسلحوں کی ان کے پاس کوئی کمی نہیں گورکھپور شہر کا سب سے بڑا کافر غنڈہ جو اس غولِ بیابانی کی سالاری کررہا ہے ایک منظم پلان کے تحت مختلف کمین گاہوں میں تیاری کررہا تھا اچانک اس نے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ ہمارے پورے مسلم علاقے کو نرغے میں لینا شروع کردیا ہے۔ اور وہ اپنا دائرہ شب و روز تنگ کرتے ہوئے مسلم علاقوں کو تباہ و تاراج کرتے ہوئے قصبہ امرڈوبھا کی طرف بڑھ رہے ہیں چونکہ امرڈوبھا کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے لہٰذا ان کا نشانہ پورے علاقے سے دور دور تک اسلام اور مسلمانوں کے نام و نشان تک مٹاڈالنا ہے تاکہ کوئی اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور کبریائی کا نعرہ بلند کرنے والا نہ رہے کوئی یہاں اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا نہ رہے۔

مسلمان اگر متحد ہوکر پوری قوت سے دفاع کی کوشش کرتے تو یقیناً غالب رہتے اور عزت وقار محفوظ رہتا۔ مگر جانے کیا ہوا کیسی دہشت طاری ہوئی کہ کفار کا حملہ ہوتے ہی پورے پورے مسلم گاؤں خالی ہونے لگے لوگ اپنے مال و متاع اور بیوی بچوں کو لیکر جدھر بھی ٹھکانا نظر آیا بھاگے کچھ انتہائی بے سروسامانی میں بھاگتے ہوئے حملہ آور کفار کے ہاتھ لگ گئے جنھیں انتہائی وحشیانہ انداز سے ذبح کردیا گیا ہے اس افراتفری کے عالم میں نہ کوئی قائد ہے نہ رہنما، نہ عالم ہے نہ پیشوا نہ کوئی پیر ہے نہ مقتدا۔

حضرت.......... ! امرڈوبھا بھی خالی ہورہا ہے اس ہنگامۂ محشر اور قتل و خونریزی کے اس ماحول میں آپ یہاں کہاں تشریف لے آئے ہیں حضور آپ واپس گھر تشریف لیجائیں ہمیں اپنی جان کی پڑی ہے۔

اتنا سننا تھا کہ حضرت نے عالمِ جلال میں ارشاد فرمایا.......... ! اسلام اور مسلمان کو اپنی بزدلی سے شرمندہ کرنے والو سنو! میں یہاں سے جانے کیلئے نہیں بلکہ تمھارے اندر اسلام کو زندہ کرنے آیا ہوں۔ میں اپنی زندگی کو اسلام پر قربان کرنے آیا ہوں"۔

اتنا فرما کر حضرت غازیٔ اسلام نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی

بکھرا میں قیام

اور امرڈوبھا قصبہ سے متصل محلہ بکھرا جو ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے واقع ہے میں اپنے ایک جوانمرد مرید حاجی چھڈکان صاحب مرحوم کے گھر تشریف لائے۔ ایسے ہنگامی اور خونچکاں وقت میں حاجی صاحب نے بھی حضرت سے یہی درخواست کی کہ حضور سارا قصبہ خالی ہوتا جارہا ہے ہماری جانیں حضور پر قربان ہوں حضور ابھی گنجائش ہے جھیل کی طرف سے ابھی راستہ کھلا ہے حضور گھر یا کہیں پرسکون فضا میں تشریف لیجائیں۔ حضور آپ ہمارے بزرگوں کے سلسلے کے آخری اور تنہا چشم و چراغ ہیں ہماری اُمیدوں کا آخری مرکز ہیں۔ ہمارا آخری سہارا و ٹھکانہ ہیں۔ آپ کی ذات کو خدا نخواستہ کوئی بھی تکلیف پہونچی تو ہم اسے نہ برداشت کر پائیں گے۔ ان رقت انگیز جملوں کو کہتے کہتے حاجی صاحب رو پڑے۔

حاجی صاحب کی اس والہانہ محبّت پر حضرت نے ان کی بیحد دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی اور اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کا یقین دلاتے ہوئے ان سے فرمایا کہ حاجی صاحب...... ! ہمّت اور حوصلہ سے کام لیجئے۔ لوگوں کو روکیئے انہیں بتایئے کہ میں ان کے ساتھ ہوں میں جہاد کیلئے یہاں بھیجا گیا ہوں اور سلطنان سمنان رضی اللہ عنہ اپنی غوثیت مآبی کا یہاں مظاہرہ فرمائیں گے۔

یہ جمعرات کا دن تھا رات آئی تو حضرت کے کچھ جانثار اکٹھا ہوئے حضرت نے انھیں جہاد اور شہادت کی اہمیت بتائی اور انھیں حکم دیا کہ کل یہاں جمعہ کے وقت جس قدر بھی لوگ امرڈوبھا اور بکھرا سے اکٹھا ہوسکیں انھیں مسجد پر جمع کیجئے میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ لوگوں سے خطاب بھی کروں گا۔

پوری رات گھوم گھوم کر لوگوں کو بزدلی سے عار دلاتے اور فرار ہونے کا ارادہ کرنے والوں کو جذبۂ جہاد اور شہادت کی اہمیت بتا بتا کر انھیں جہاد کے لئے آمادہ

کرتے گذری۔ نصیب علی صاحب مرحوم جو حضرت کے جانثار مرید اور اس تحریکِ جہاد میں پیش پیش تھے ان کی کوششوں اور پھر ایسے نازک موقع پر حضرت کا وہاں جہاد کیلئے پہنچنا فتح و نصرت کی بشارت دینا اور غیرتِ اسلامی کو بیدار کرنا اس حد تک ضرور اثر انداز ہوا کہ جمعہ کی نماز کے وقت پورے قصبہ سے تقریباً ڈیڑھ سو(۱۵۰) مسلمان جن میں بچّے بوڑھے اور جوان سبھی تھے اکٹھا ہو گئے۔

مسلمانوں سے خطاب

حضرت نے نماز جمعہ سے پہلے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ......

مسلمانو...... ! تمھیں کفار نے چاروں طرف سے نرغے میں لے رکھا ہے اور اپنے دائرہ کو لحہ بہ لحہ تنگ کرتے جارہے ہیں ان کا ارادہ تمھیں یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خس و خاشاک کی طرح مٹا ڈالنا ہے تمھارے مال و متاع کو لوٹنا تمھاری عزّت و آبرو کو لوٹنا اور تمھارے بچّوں اور بزرگوں کو ذبح کرنا ہے اور اس قتل و خوں ریزی کا سبب صرف اور صرف اسلام دشمنی ہے۔ کفار یقین رکھتے ہیں کہ جب تک اس دھرتی پر مسلمان رہے اذانیں ہوتی رہیں گی اللہ وحدہٗ لاشریک کی کبریائی کا غلغلہ ہوتا رہیگا۔ معبودانِ باطل سرنگوں ہوتے رہیں گے اسلامی پرچم بلند ہوتا رہے گا۔ اسلام زندہ رہے گا کفر و طغیان کے اندھیرے سمٹتے رہیں گے صراطِ مستقیم کے اجالے پھیلتے رہیں گے کافرانہ عقیدوں کی بھل بھلیاں قرآنی صداقتوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہیں گی اسلام زندہ رہے گا اسلامی تہذیب جاہلانہ رسموں کو سبوتاژ کرتی رہیگی۔ جذبۂ مساوات بڑھتا رہے گا۔ ہزاروں سال پہلے کے دقیانوسی خیالات کی بنیاد پر بنائے ہوئے توہمات اور حیوانی عقیدوں کے کھنڈرات پر تعمیر کئے ہوئے دھرم کے شوالے ڈھیر ہوتے رہیں گے۔ جادو ٹونا، بھوت، اُدھوت اور بھبھوت کی طلسماتی

فضائیں ختم ہوتی رہیں گی تو وجودِ بشریت کو شرفِ آدمیت سے نوازنے والی عورت کو دیوداسی کا نام دیکر شہوت اور شیطانیت کا برہنہ رقص کرنے والی قوم تباہ ہوتی رہے گی۔

مسلمانو! یہ دشمنی یہ عداوت یہ نفرت تم سے زیادہ تمہارے دین سے ہے تمہارے مذہب سے ہے اسلام سے ہے قرآن سے ہے۔ یہ وحشی قوم تمہارے ساتھ تمہارے مذہب کو بھی مٹاڈالنا چاہتی ہے اسلام کو ذلیل و رُسوا کرنا چاہتی ہے قرآنی عظمتوں سے کھیلنا چاہتی ہے یہ کافر اپنی اکثریت، حکومت اور طاغوتی طاقتوں کے زعم میں سرکارِ خواجہ غریب نواز، سرکار مسعود غازی اور سرکار مخدوم سمناں رضی اللہ عنہم کی سرزمین ہند میں اسپین کی تاریخ دھرانا چاہتے ہیں۔

انھیں مسلمانوں کی ایک علیحدہ مملکت پاکستان بن جانے سے اب یقین ہے کہ ہندوستانی مسلمان تھوڑا رہ گیا ہے اور بیحد کمزور ہے۔ آزادیٔ وطن کے ساتھ ہی انگریزوں کے ساتھ اپنے ملک و وطن سے مسلمانوں کو بھی دیش نکالا دینا چاہتے ہیں۔ انھیں یقین ہے کہ جب تک اس ملک میں ایک بھی مسلمان زندہ ہے اسلام کو نہیں مٹایا جاسکتا...... اس لئے ساری طاغوتی طاقتیں اکٹھا ہوگئی ہیں اور تمھیں مٹاڈالنا چاہتی ہیں۔

مسلمانو.........! آج پھر کفر اسلام کے درپہ ہے۔ اٹھو اور ذوالفقار حیدری کی جھنکار بن جاؤ، حسینی کردار بنجاؤ، محمّد بن قاسم اور صلاح الدّین ایوّبی کی تلوار بن جاؤ، طارق بن زیاد اور محمود غزنوی کی للکار بن جاؤ۔

اسلام کے جیالو.........! اٹھو اور بدر و اُحد کی تاریخ پھر دہرادو۔ خیبر کے بہادروں کے نعرے تمھیں آواز دے رہے ہیں۔ کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر حضرت قاسم و حضرت علی اکبر کی خاک و خون میں لوٹتی ہوئی جوانی اور حضرت علی اصغر کے ننّھے گلو سے اُبلتے ہوئے خون کے فوّارے تمھاری غیرتِ ایمانی کو آواز دے رہے ہیں۔

فتح و نصرت کی بشارت اور دعا

اسلام کے شیرو! آگے بڑھو اور اپنی اسلامی تڑپ سے کفّار کے سینوں میں وحشت بھر دو اپنے حق پرستانہ نعروں سے بُت پرستوں کے دلوں کے سارے بتوں کو زمین بوس کر دو۔ حضرت علی شیرِ خدا کا نام لیکر بتانِ آزری کو صفحہ ہستی سے مٹا دو۔ اپنی ایمانی قوت کا ایسا بھرپور مظاہرہ کرو کہ دُنیا تمھیں اللہ کی تلوار کہے۔

مسلمانو! اپنی عزت و آبرو کو غیروں کے ہاتھوں رسوا ہونے سے بچاؤ۔ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ ۔ کا تم پر سایہ ہے اِن شاء اللہ غیب سے ہماری مدد ہوگی۔ سلطانِ سمناں حضرتِ مخدوم سمناں رضی اللہ عنہ کے حکم پر میں یہاں آیا ہوں وہ جہانگیرِ زمَن ہیں، وہ غوث العالم ہیں انشاء اللہ انکی شانِ جہانگیری یہاں بھی اپنی عظمتوں کے پرچم بلند کرے گی مجھے یقین ہے کہ سارے عالم کا غوث اپنے غلاموں کو امرڑو بھا کی سرزمین پر بے یارو مددگار نہ چھوڑے گا۔

اس خطاب کے بعد موذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی تو سبھی مسلمان اللہ کی شانِ کبریائی کے اعتراف میں سربسجود ہو گئے۔

نماز جمعہ کے بعد حضرت نے بارگاہِ خدائے بزرگ و برتر میں دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا .... خداوندا ....! یہ مٹھی بھر بے سرو سامان مسلمان تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کی خاطر اپنے سر سے کفن باندھ چکے ہیں اپنی بے بضاعتی اور کمزوریوں کے باوجود پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے یہ غلام پھر میدانِ کرب و بلا کی طرف قدم بڑھا چکے ہیں۔

میرے مولیٰ! ان کی حفاظت فرما انھیں فتح و نصرت عطا فرما۔ میرے مولیٰ یہ مٹھی بھر مسلمان اگر تیری رضا پر فدا ہو گئے تو اس پورے علاقے میں دُور دُور تک کوئی تیرا نام لیوا

نہ رہے کوئی تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا گُن گانے والا نہ رہے گا۔ تیرے مقدس کلام کی تلاوتوں کی ایمان افروز لہروں سے فضائیں بھی محروم ہو جائیں گی۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم وسُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی دلسوز تسبیحات سے آراستہ سجود و نیاز کے نذرانے تیری بارگاہِ عظمت میں کون پیش کرے گا۔

اے کُن فرما کر اتنی عظیم کائنات کو پیدا کرنے والے قادر و قیوم مولیٰ تو نے اپنے مقدس گھر کی حفاظت نازک اور چھوٹے چھوٹے پرندوں ابابیل سے کرا لی۔

اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خاطر نمرود جیسے طاغوتی شہنشاہ کو ایک معمولی اور لنگڑے مچھر سے ذلیل و خوار کیا۔ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر بھولے بھالے کبوتروں اور مکڑی جیسے ننھے کیڑے کو توفیق بخشی۔

میرے رحیم و کریم مولیٰ! میرے ستّار و غفّار مولیٰ! میرے قہّار و جبّار مولیٰ! اپنے محبوبین کے صدقے میری بھی لاج رکھ لے آج میرے بازوؤں میں بھی قوت بازوئے عبّاس علمدار دیدے کہ آج میرے ہاتھوں میں بھی علم ہے۔

اللھم انصر من نصر دین سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ربنا یا مولانا واجعلنا منھم اللھم انصرنا علی قوم الکافرین بجاہ سید الثقلین نبی الحرمین فاتح البدر والحنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلّم۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝

دعا کے بعد حضرت مسجد سے باہر تشریف لائے تو حاجی صاحب مرحوم نے صحن میں حضرت کے لئے بیٹھنے کا انتظام کیا سارے نمازی حضرت کے اردگرد فرش پر بیٹھ گئے تو حضرت نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ آپ سب لوگوں کے پاس اسلحہ کی صورت میں جو کچھ بھی ہے یہاں میرے پاس لائیں انشاء اللہ وہی کافی ہو گا۔

میں ہمارے مقابلے پر تیّار ہے تو انھوں نے قصبہ میں تینوں اطراف سے داخل ہو کر امر ڈوبھا کے ایک انتہائی وسیع وعریض میدان کا انتخاب کیا اور اپنی صفیں درست کیں بکھرا کی طرف سے مسلمانوں کے لئے انھوں نے راستہ کھلا رکھا۔

جبُ غیبُ سے تلوار آئیُ

۸ر اپریل ۱۹۵۰ءگرمیوں کے ایّام اور ہفتہ کے دن صبح ہی صبح کفّار کے شنکھ و ناقوس چیخ اُٹھے اپنے نعروں اور جئے جئے کار کے شور کے ساتھ بندوقوں سے فائرنگ کر کے لشکر کفّار نے اعلان جنگ کر ڈالا تو حضور غازیٔ اسلام نے بھی اپنے سرفروشوں کے ساتھ میدانِ جنگ کا قصد فرمایا مگر ہاتھ میں سوائے عصا کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت نے ربّ قدیر کے حضور دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے ہی تھے کہ اچانک غیب سے تقریباً دس سال کا ایک نورانی بچّہ نورانی لباس میں حضرت کے سامنے ظاہر ہوا اپنے ہاتھوں میں تقریباً سوا گز لمبی بیحد آبدار تلوار جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوئی جارہی تھیں لئے آگے بڑھا اور یہ کہتے ہوئے حضور غازیٔ اسلام کو پیش کیا کہ "حضور یہ آپ کیلئے ہے"، اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس تلوار سے ایسی خوشبو پھوٹی تھی کہ پوری فضا معطر ہو گئی تھی میں اس خوشبو کو کوئی نام نہیں دے سکتا وہ خوشبو پھر ساری زندگی میسّر نہ آئیُ شاید جنّتی خوشبو رہی ہو مگر اس خوشبو سے میرے ساتھ میرے سارے سرفروشوں کی مشامِ جاں ایسی معطر ہوئی کہ احساسِ خودی ہی ختم ہو گیا اگر کچھ یاد رہا تو بس خدائے ذوالجلال والاکرام کا نام۔

محمّد عید و مرحوم جو اس وقت بحیثیت خادم حضرت کے ساتھ تھے ان سے فرمایا کہ میرے گھوڑے کو لئے ہوئے میدانِ جنگ کے کنارے کھڑے رہنا اور اگر کسی وقت دورانِ جنگ گھوڑا اپنی باگیں چھڑائے تو چھوڑ دینا اور جس طرح بھی تم شریکِ جہاد ہو سکتے ہو ہو جانا چنانچہ حضور والدِ ماجد کے وصال کے بہت دنوں بعد ایک بار میرے بیحد اصرار پر کر آپ نے

کس طرح جنگ میں حصّہ لیا تھا تو عیدو مرحوم نے بتایا کہ میرے پاس ایک بہت اچھی قسم کی غلیل تھی" جسے میں چڑیوں کے شکار کے موقع پر استعمال کر لیا کرتا تھا، جب میں حضرت کے ساتھ بحیثیتِ خادم عازمِ سفر ہوا تو شکار کے خیال سے غلیل اور اسکی ڈھیر ساری گولیاں بھی لیتا آیا تھا۔ نشانے پر اس کی مار بیحد سخت اور جان لیوا ہوتی تھی۔

میں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور ایک طرف ہو کر اپنی غلیل سے کتنے کفّار کو پیشانیوں کا نشانہ لیکر جہنم پہنچایا یاد نہیں ویسے بہت کم ہی لوگ اس گولی کی شدید ضرب سے جانبر ہو سکتے ہونگے۔

تلوار ملتے ہی حضرت نے اللہ اکبر کا ایسا نعرۂ جگر سوز بلند کیا کہ فضائیں بھی اللہ کی عظمتوں اور کبریائی سے گونج اُٹھیں۔

پھر حضرت نے تمام جانثاروں کو حکم دیا کہ اب میدانِ جنگ کی طرف بڑھو میں تمھارے ساتھ ہوں۔

اسطرح اسلامی سرفروشوں کی یہ مختصر سی فوج جس کے ہاتھوں میں اسلحوں کے نام پر چند لاٹھیاں بھالے شکستہ تلواریں اور زنگ آلود برچھیاں تھیں کفّار کے لاکھوں مسلح افراد پر مشتمل فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔

مسلمان میدان کارزار میں

میدانِ کارزار میں جاتے وقت حضرت نے عورتوں اور بچّوں کو مسلمانوں کے عقب میں رکھنے کا حکم دیا تھا تاکہ کفّار کے شر سے محفوظ رہیں۔ ضعیفوں سے بھی یہی فرمایا مگر ان کی عاجزانہ درخواست پر کہ ہم بھی غازیانہ شان سے لڑتے ہوئے شہادت کی موت چاہتے ہیں انھیں اپنے ساتھ رکھا اس طرح مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً ساڑھے تین سو تک تھی۔

کفّار نے جب اتنے مختصر اور بے سرو سامان مسلمانوں کو اپنے مقابلے پر دیکھا تو خوشی سے پھولے نہ سمائے اور پوری شدّت سے جئے جئے کار کرنے لگے۔

مگر مسلمانوں نے بھی بدر کے جیالوں کی شجاعت اور جواں مردی کے مظاہر بن کر ایسا زبردست نعرۂ حق بلند کیا کہ کفّار کے طاغوتی حوصلے بتانِ آزری کی طرح ٹوٹ کر بکھر گئے اور ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔

زندگی کی ضمانت

ایسے میں بارگاہِ غوثیت کا راج دلارا جسے آج دُنیا فاتح امرڈوبھا کہتی ہے آگے بڑھا اور میدان کے بیچوں بیچ شمال تا جنوب اپنے عصا سے ایک لکیر کھینچتا ہوا مسلمانوں سے مخاطب ہوا...... "بدر کی تاریخ دہراتے والے جیالو........ امیرے اس کھینچے ہوئے خط سے کسی بھی حال میں آگے نہ بڑھنا۔ اس خط کے اندر میں تمھاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں" اور پھر اپنی آبدار تلوار فضا میں بلند کر کے ایسا نعرہ بلند فرمایا کہ جہاں مسلمانوں کے دل شوقِ شہادت سے لبریز ہو گئے وہیں کفّار کی ساری اُمنگیں گیدڑوں کی طرح جائے پناہ ڈھونڈنے لگیں۔

مگر پھر کفّار سنبھلے اور اپنی اکثریت کے زعمِ باطل میں شور و غل کرتے ہوئے سامنے داہئیں بائیں تینوں اطراف سے اپنے اسلحے لہراتے ہوئے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔

یہ جنگ تقریباً صبح نو بجے شروع ہوئی۔ جیسے جیسے جنگ اپنے شباب کی طرف بڑھی ویسے ہی ویسے دھوپ کی تمازت بھی آج اپنے جوہر دکھا رہی تھی۔

ایسے میں مسلم عورتوں اور بچّوں نے دوڑ کر پانی کا انتظام کیا اور اس ہنگامۂ کارزار میں مجاہدوں کو موقع پاتے ہی پانی پیش کر دیا کرتے تھے۔ ابھی جنگ شروع ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ کفّار کے حوصلے ٹوٹنے لگے انکی چیخ و پکار نے پورے میدانِ جنگ کو محیط کر لیا تھا۔

ہر سُو کفار کی کٹی ہوئی گردنیں اور دست و بازو بکھرنے لگے انکی تعداد اتنی تیزی سے خاک و خون میں مبتلا ہو کر اپنے جسم و جان سے محروم ہو رہی تھی کہ فضائیں بھی حیرت زدہ رہ گئیں۔

محمّدی کچھار کے شیروں نے بھی اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو کر اپنے ٹوٹے پھوٹے

اسلحوں ہی سے ایسی دادِ شجاعت دی کہ کفار کے لشکری دفاع جنگ پر مجبور ہو گئے۔ لیکن مسلمان نعرے بلند کرتے ہوئے مسلسل اپنی لاجواب شمشیر زنی کے جوہر دکھا رہے تھے۔

ابابیلوں کا حملہ اور فتح مبین

جنگ ابھی اپنے شباب کو بھی نہ پہنچ پائی تھی کہ ربِ قدیر کی رحمت جوش پر آئی اور رجال الغیب سفید براق گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں برہنہ شمشیریں لئے فضاؤں سے کفار پر حملہ آور ہوئے۔ اب کفار اور تیزی سے کٹنے لگے ان کی آہ و بکا اور چیخنے و چلانے کی آوازیں پھر فضا میں بلند ہوئیں اور انکے جسم اپنی گردنوں سے محروم ہو ہو کر مسلمان مجاہدوں کے پیروں میں ٹھوکر بننے لگے۔ اب کفّار کا باقی ماندہ لشکر ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر گروہ در گروہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے لگا تھا کہ دفعتًا ابابیلوں کے غول کے غول فضا میں نمودار ہوئے اور آسمان پر بادلوں کی طرح چھانے لگے تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ پورا آسمان ابابیلوں سے ڈھک گیا۔ اور پھر ابابیلوں نے لشکر کفار پر اپنی چونچ اور پنجوں میں پکڑی ہوئی کنکریوں سے حملہ کر دیا پھر کیا تھا امر ڈو بہا کا میدان کَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ کا آئینہ بن گیا۔

اس ہنگامۂ محشر میں حضرت غازئ اسلام تقریبًا ایک گھنٹہ شمشیر زنی کا شاندار مظاہرہ فرماتے ہوئے مجمع کفار میں نگاہوں سے اوجھل رہے تو مسلمان جانبازوں کا دل ڈوبنے لگا اور وہ اپنے جسم و جان سے بے نیاز ہو کر حضرت کو ڈھونڈھنے لگے ہر سو بکھری ہوئی لاشوں میں اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے کہ حضرت مجمع کفار میں سر تا پا خون سے سرخ شمشیر زنی فرماتے ہوئے نظر آئے تو مسلمانوں نے پھر جوش مسرت میں اللہ اکبر کا ایسا نعرۂ بلند کیا کہ لشکر کفار دہل اُٹھا اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ ایسی افراتفری اور وحشت کے شکار ہوئے کہ کتنے ہی جان بچانے کی خاطر بھاگتے ہوئے جھیل میں کود گئے اور غرق

ہو گئے۔ باقی ماندہ جدھر سینگ سمائی بھاگ لئے اور اپنے پیچھے اپنے لاکھوں ساتھیوں کی بکھری ہوئی لاشیں چھوڑ گئے۔ جو بعد میں انتظامیہ اور فوج کی آمد پر انھیں کے بدست بکھرا جھیل میں پھینکی گئیں اور کئی ماہ تک جھیل کے پانی سے تعفّن اُٹھتا رہا۔

اس طرح حق و باطل کی یہ جنگ جو ۹ بجے کے قریب شروع ہوئی تھی۔ تقریباً چار بجے شام تک اپنے اختتام کو پہنچی اور امرڈوبھا اوس کے قرب و جوار ہی نہیں دُور دُور تک کے علاقوں کے مسلمانوں کو عزت و بقا کی ضمانت دے گئی۔

میدانِ جنگ کا تنہا شہید

اب حضرت نے میدانِ جنگ میں اپنے رفقاء کی طرف توجہ کی اور تمامی مجاہدوں کو یکجا ہونے کا حکم دیا تو سبھی لوگ میدانِ جنگ میں حضرت غازیٔ اسلام کے ارد گرد اکٹھا ہو گئے اتنے میں خبر آئی کہ ایک پہلوان نامی مرد غازی کا پتہ نہیں چل رہا ہے تلاش شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ جوشِ جہاد میں حضرت غازیٔ اسلام کے میدانِ جنگ میں کھینچے ہوئے خط سے آگے بڑھ گئے اور شہید ہو گئے۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ واقعی خطِ ضمانت سے کچھ پرے حدِ کفار میں اپنے خون سے سرخرو جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

اسی وقت انھیں انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ سپردِ خاک کیا گیا اور مسلمان فاتحانہ شان کے ساتھ حضرت غازیٔ اسلام فاتح امرڈوبھا کے جلو میں بکھرا کی قیام گاہ پر حاجی صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ حضرت کے ہاتھوں میں وہ غیبی خون آشام تلوار ابھی تک موجود تھی جو بقول حضرت غازیٔ اسلام میدانِ جنگ میں قہرِ الٰہی کی صورت میں برقِ بلا کی لہروں کی طرح خود ہی آگے بڑھتی اور کفار کی گردنیں قلم کرتی چلی جاتی تھی۔ کفار و مشرکین اور دشمنانِ اسلام کے خون سے سرخ ہو چکی تھی اور خون کے خشک ہونے کے ساتھ ساتھ سیاہی مائل ہو رہی تھی۔ ابھی حضرت نے اُسے رکھنے کا ارادہ ہی

فرمایا تھا کہ غیب سے پھر وہی بچّہ نمودار ہوا۔ جس نے میدانِ جنگ میں جانے سے پہلے حضرت کو تلوار پیش کی تھی۔ حضرت سے مخاطب ہو کر بچّے نے عرض کیا کہ "حضور اب اسکی ضرورت نہیں لہٰذا اب اسے مجھے عطا فرمادیں"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے تلوار کے لئے اپنے دونوں ہاتھ حضرت کی طرف پھیلا دیئے تو حضرت نے فوراً فتحِ اَمرڈوبھا کی اس عظیم نشانی اور غیبی مدد کی آئینہ دار تلوار کو اس بچّے کے ہاتھوں میں دیدیا جسے لیتے ہی بچّہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ آسمان پر چھائی ہوئی ابابیلیں پہلے ہی اپنے تاریخی فرائض کی شاندار ادائیگی کی تاریخ دہرا کر اپنے آشیانوں میں جا چکی تھیں۔ بقولِ غازئ امرڈوبھا محمد عیدو مرحوم حضرت کے گھوڑے نے بھی اُچھل اُچھل کر اپنے پیروں اور دانتوں سے میدانِ جنگ میں بیشمار کفّار کو واصلِ جہنم کیا تھا۔ وہ بھی سرخرو ہو کر ایک طرف کھڑا تھا۔

حضرت نے غسل کر کے لباس تبدیل کئے پھر آپ کے حکم پر سبھی جانثاروں نے بھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر پھر حضرت کے ساتھ خدائے بزرگ و برتر کے حضور شکر کے سجدے پیش کئے اور فتح کی خوشیوں سے سرشار ہو کر اپنے اپنے گھروں کے لئے رخصت ہوئے۔ چند روز مزید بکھرا و امرڈوبھا میں قیام کے بعد حضرت نے واپسی کا قصد فرمایا۔ تو حضرت کے ایک چہیتے مرید اور جنگ میں حضرت سے بیحد قریب رہ کر کفّار کو تہہ تیغ کرنے والے مردِ غازی جناب محمد نصیب علی صاحب مرحوم نے حضرت سے عاجزانہ انداز سے سوال کیا کہ حضور اس مرتبہ تو حضور کی برکت سے اللّٰہ ربّ العزّۃ نے ہمیں فتحیاب فرمایا اور ہم کفار کے شر و فتنے سے محفوظ رہے مگر آئندہ کبھی بھی اگر خدانخواستہ کفّار نے اپنی اس بدترین شکست کا بدلہ لینے کے لئے اور زیادہ قوّت کے ساتھ ہم پر حملہ کیا تو کون ہماری مدد کو آئے گا کون ہمیں کفّار کے ظالم و جابر پنجوں سے نجات دلائے گا۔ کون ہماری عزّت و آبرو کو بچائے گا۔ حضور آپ تشریف لے جا رہے ہیں تو ہمارا کچھ انتظام بھی فرمادیں ہم کس کے سہارے جئیں گے۔

مُستقبلُ کیُ ضمانتُ

مردِ غازی نصیب علی مرحوم کی اس درخواست پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں جب بھی ایسے حالات در پیش ہوں اور کفّار تمھاری طرف پیشقدمی کریں تو تم رات میں اَمرڈوبھا کے شمال میں لبِ سڑک واقع عیدگاہ پہنچ کر تین بار زور سے نعرۂ تکبیر بلند کرنا اور پھر پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر تیزی سے اپنے گھر چلے آنا انشاء اللہ اسی طرح غیب سے تمھاری مدد ہوگی۔ ویسے میں خود بھی حسب موقع تمھارے علاقے کا دورہ کرتا رہوں گا۔

الغرض باغ جہانگیری کا یہ گُلِ محمد امرڈوبھا کی سرزمین پر چمنستانِ اسلام کو ایک نئی زندگی اور مہک سے ہمکنار کر کے درِ غوث العالم پر حاضر ہوئے۔

سخیُ ابنِ سخیُ

فقر و درویشی، توکل و استغنا، جود و سخا، صبر و رضا، قناعت پسندی، غربا پروری حسنِ اخلاق اور عجز و انکسار کا یہ عظیم پیکر فتحِ اَمرڈوبھا کے بعد پھر اپنی خانقاہی دُنیا میں لوٹ آیا۔ رشد و ہدایت کا سلسلہ دراز ہوتا گیا وابستگانِ سلسلہ کے بیحد اصرار پر طویل سفر بھی فرمائے۔ شمالی مشرقی علاقوں بالخصوص نیپال اور اس کے ترائی علاقے چونکہ شدید جہالت کے ساتھ ساتھ فتنۂ وہابیت کی زد پر تھے لہٰذا زیادہ وقت ادھر ہی سفر پر رہتے۔ بمبئی اور کلکتہ جیسے دور دراز علاقوں کے بھی بارہا دورے فرمائے۔ تقسیم ہند کے ہنگامی ماحول میں بنارس میں ہونے والی تاریخ ساز اہلسنّت کانفرنس میں شرکت کے بعد ہی سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے جلسوں میں بیحد فاضلانہ مگر درویشانہ طرز میں خطاب فرمایا کرتے اس طرح مصروفیت فزوں تر ہوتی گئی۔ رمضان المبارک اور حضرت غوث العالم مخدوم سمناں رضی اللہ عنہ کے ایام عرس

اور تقریباتِ عرس کے انتظام و انصرام کے نام پر تقریباً دو ماہ ہمیشہ گھر پر ہی گذارتے اس کے سوا بھی جب تک بارگاہِ محبوب یزدانی سے حکم سفر نہ ملتا۔ خانقاہ نشین ہی رہتے۔ اکثر درگاہِ معلّٰی میں حاضری سے شرف یاب رہتے۔

میرے علم میں جانے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب خانوادۂ اشرفیہ میں پیدا ہوئے جنھوں نے ایک زمانے کو اپنے علم وفضل سے مالا مال کیا اور پرچم اشرفیت لہرایا مگر حضور غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سمناں امیر کبیر سید اوحدالدین مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کی ذات بابرکات سے اتنی والہانہ وابستگی ان کے کرم پر بے پایاں یقین واعتماد اور ہر خوشی و ہر راحت کو مخدومی فیضان وعطا کا نام دیکر میرے سلطان میرے سلطان کا دم بھرنے والی ذات بیسویں صدی میں حضور غازیٔ اسلام فاتح امرڈوبھا علامۃ الشاہ سید محمد اکمل حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ مقدسہ کے سوا دوسری نظر نہیں آتی۔

سخاوت و دریا دلی کی تو یہ شان تھی کہ جو کچھ نذر وفتوح میں سے آتا جب تک مختلف بہانوں سے اسے غرباء میں تقسیم نہ فرمالیتے چین سے نہ بیٹھتے مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ ور دِ دولت پر قیام کا سارا زمانہ مہمان نوازی کیا کرتے اگر اتفاقاً کوئی نہ ہوتا تو گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوجاتے اور محلّے گاؤں کے لوگ جو دروازے سے گذرتے انھیں ہی بلا امتیاز رنگ ونسل وامارت وغربت باصرار دسترخوان پر لا بٹھلاتے اور بیحد مسرت کا اظہار فرماتے یہ معمول نماز فجر سے لیکر رات کے کھانے کے وقت تک رہتا۔

دورانِ سفر مریدین جو کچھ بھی نذر پیش کرتے اس کا زیادہ حصّہ سفر ہی میں غرباء میں تقسیم فرماتے رہے باقی ماندہ سے گھریلو اخراجات چلتے۔ ورثہ میں جو جائدادیں ملی تھیں وہ پہلے ہی آزادی ہند کے ساتھ بننے والی حکومت ہند کے وزیر داخلہ سردار بلبھ بھائی پٹیل کی متعصب پالیسیوں کی قربان گاہ پر ذبح ہوچکی تھیں اور باقی ماندہ اس درِ جہانگیری کا

طرۂ امتیازی جذب وکیف ومستی پہ قربان ہوچکا تھا اس لئے اب بظاہر ایسا کچھ نہ تھا جس کے سہارے ضروریات زندگی کی تکمیل ہوسکتی۔

کچی مٹی کے خستہ چند کمروں برآمدوں اور بڑے سے صحن پرمشتمل گھر پشتہا پشت سے جائے پناہ بنا ہوا تھا اور دھیرے دھیرے اسکی خستگی اپنے آخری انجام کی طرف بڑھ بھی رہی تھی مگر حضرت قطب عالم سید شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ کا وہ روحانی ونسلی فیضان جس نے درِ جہانگیری کو کسی بھی نسل و پشت میں جذب وسلوک سے خالی نہ رہنے دیا تھا اور اپنے تقریباً ساڑھے پانچسو سالہ تاریخ کے ہر ورق پر کیف ومستی اور جذب ونیرنگیٔ سلوک کی حیرتناک داستانیں ثبت کرتا آیا تھا اس بیسویں صدی میں بھی اپنی قدیم اثر آفرینی کا مظاہرہ کررہا تھا۔ اور باقی تھا۔

اور کیونکر نہ کرتا جبکہ ہر زمانہ میں خانوادۂ جہانگیری ایسے اصحاب دل اور ایسے مجذوبانِ الٰہی سے موسوم ہوا جو بیک وقت شریعت وطریقت کے امام بھی ہوئے اور دنیائے جذب وسلوک کے تاجدار بھی۔ زندگی اور موت کو ایک تماشہ بنانے والا یہ گھرانہ سیف زبانی میں بھی اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ حضرت قطبِ عالم ثانی اشرف جہانگیر سید شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ بشارتِ مخدومِ سمنانی رضی اللہ عنہ کی زندۂ جاوید تعبیر بن کر پہلے ہی مردے کو زندگی کی نعمتوں سے سرفراز کرچکے تھے۔ پھولیا نامی مفلوک الحال عورت کو رئیسۂ پھولپور کی تقدیر بنا چکے تھے اپنی نگاہِ جلال سے اپنے جوان سال بیٹے کی زندگی (محض اس احساس پر کہ اتفاقیہ اس کی محبت بھری صورت یادِ الٰہی میں خلل کا باعث بنی تھی) کا چراغ گُل کرچکے تھے۔ اس طرح نسل در نسل نگاہِ ولایت اور زبان کرامت کے مظاہر کا سلسلہ جاری رہا......... حضور فاتح امرڈوبھا کے جدامجد حضرت سید شاہ واجد حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنی سیف زبانی میں بیحد مشہور تھے اپنے گھر کے دروازہ پر رونق افروز تھے سامنے گذرگاہ سے ایک بقال ایک بورہ شکر ٹھیلے پر لیکر گذرا۔ حضرت کی نگاہ

پڑی تو دریافت فرمایا کہ اس بورے میں کیا ہے؟ بقال چونکہ علاقے کا ہی تھا اور حضرت کی پسند سے واقف تھا لہٰذا کہہ بیٹھا سرکار نمک ہے۔"

حضرت نے بھی عالم استغراق میں بیساختہ فرمادیا۔ "اچھا نمک ہے تو نمک ہی سہی۔"
جب بقال اپنی دوکان میں پہنچا اور بورے کو دیکھا تو اس میں رکھی شکر نمک کا ڈھیر بن چکی تھی۔
بہر حال فقرو درویشی اور شانِ ولایت سے مزین یہ گھر کسی بھی دور میں اہل اللہ سے خالی نہ رہا۔ شانِ توکل تو اس گھر کی روح تھی جو ہر زمانہ میں اسکے بشری تقاضوں کے باوجود قلوب کو مطمئن رکھتا تھا اور سارے افرادِ خانہ ہر حال میں صابر و شاکر رہتے رہے۔

فاتح امر ڈوبھا علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد ماجد حضرت سید شاہ افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی شانِ توکل و قناعت کا تو عجیب عالم تھا۔ آپ ساری زندگی جب تک گھر پر مقیم رہتے گھر میں کھانے پینے کی جنس سے جو کچھ بھی ہوتا غربا میں تقسیم فرمادیتے اور فرماتے "رب کریم ہی مالک ہے وہ کھلائے گا تو کھائیں گے۔" اور اس دور میں رائج مٹی کے ظروف کو توڑ دیا کرتے تھے۔

رب کریم کی ربوبیت پر اعتماد و توکل کا ہی یہ ثمرہ تھا کہ کبھی بھی فاقہ کی نوبت نہ آتی تھی پابندی سے صبح و شام اللہ رب العزت اپنے کسی بندے کے بدست رزق بھیجتا اسی وقت کمہار کے یہاں سے تازہ برتن آتے بنیوں کے یہاں سے کھانے کی چیزیں آتیں اور جو کچھ بھی ہوسکتا تھا کھانا تیار ہوتا پہلے ہی افرادِ خانہ کو حکم ہوتا کہ شام کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھا جائے۔" سارے افرادِ خانہ کے فارغ ہونے کے بعد جو کچھ بھی بچتا اسے محلے اور پڑوس میں تقسیم کردیا جاتا اور سارے برتن توڑ دیئے جاتے۔

شام کو پھر اللہ رب العزت اپنی شانِ ربوبیت کا مظاہرہ فرماتا اور کھانے کی چیزوں کے ساتھ نئے برتن بھی آتے اور فراغت کے بعد باقی کھانا تقسیم فرماکر سارے ظروف پھر توڑ دیتے اور فرماتے "صبح میرا رب کھلائے گا۔"

اور اسی طرح انھوں نے اپنی زندگی کو توکل وقناعت کے سائے میں گذار کر اپنے بیٹے اور گھر کے تنہا چشم و چراغ کیلئے بہترین نمونۂ عمل کی صورت میں زندگی کے خطوط متعین کر دیئے تھے لہٰذا لائق بیٹے نے ساری زندگی فقر و درویشی میں گذار دی اور کبھی بھی دنیاداری اور نام ونمود کی پرواہ نہ کی۔ بیسویں صدی میں قرون اولیٰ جیسے جہاد کا سالار اور غازی اپنی فقیری میں مست ومگن خاندانی فیوض و برکات سے نہ صرف بیرونی علاقے بلکہ اپنے ساری آبادی اور قصبہ والوں کو نوازتا رہا۔ اس نوازش وکرم فرمائی میں نہ کبھی چھوٹے بڑے کی قید رہی نہ ہی اپنے اور غیر کی جو بھی سامنے آیا اسکی ہر اعتبار سے حاجت روائی فرمائی حتیٰ کہ غیر مسلموں نے انھیں بلا تکلف کچھو چھہ کا دیوتا کہنا شروع کر دیا۔

کبھی گھر کی مرمت کے لئے مزدور بلاتے تو ہر طرح انکی دلجوئی و دستگیری فرماتے۔ اگر کسی مزدور کے یہاں کھانا نہیں تو بازار سے اس کے لئے اس کے حسب منشاء غلہ منگوا دیتے کسی نے کپڑے کی کمی کی شکایت کی تو جیسے بھی کپڑے کی ضرورت ہوتی دلا دیتے یا گھر والوں میں سے جس کسی کا بھی کپڑا اسکی ضرورت کے مطابق ہوتا عطا فرما دیتے، کسی مزدور نے مٹھائی کی خواہش ظاہر کی تو بازار سے مٹھائی منگا کر اسکی دلجوئی فرماتے۔ کسی مزدور کے یہاں اگر کوئی مریض ہوتا اور وہ اپنی مجبوری ظاہر کرتا تو بازار میں اپنے پسندیدہ ڈاکٹر ٹی۔ آر۔ شرما کے یہاں بھیج کر پورا علاج کراتے اور بعد ڈاکٹر صاحب کو ادائیگی فرماتے مزید برآں پوری آزادی سے مزدور رہتے اور انھیں کام کے سلسلے میں کبھی بھی نہ ٹوکتے نہ کبھی کام کی نگرانی فرماتے بلکہ انھیں چھوڑ کر کہیں تشریف لیجاتے اور جب شام کا وقت آتا تو پوری مزدوری بھی عطا فرماتے۔

اس سخاوت اور فیاضی اور غرباء نوازی کے مسلسل مظاہرے پر جب کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ قاعدے سے آپ کا بھی کام نہیں کرتے ہیں اور باتوں میں وقت گذار دیتے ہیں۔ اس طرح انکی عادت خراب ہو گی اور پھر سبھی سے ایسی ہی عنایات

کی توقع رکھیں گے تو مسکرا کے ارشاد فرماتے "میں مزدوری نہیں کراتا بلکہ مزدوری کے بہانے غریبوں کی پرورش کرتا ہوں"۔ ایکبار خانوادے ہی کے بزرگ جناب سید ملیح اشرف صاحب (جن کا حضور والدِ ماجد علیہ الرحمۃ (فاتح امرڈوبھا) سے برادرانہ رشتہ تھا) نے عرس کے موقع پر مسلسل مریدین میں غریبوں کی کثرت دیکھکر پوچھا کہ "بھائی جان! آخر کیا وجہ ہے کہ خانوادے کے دیگر پیرانِ طریقت کے یہاں تو امراُ ہی نظر آتے ہیں غریب ڈھونڈے نہیں ملتے اور آپ کے یہاں سوائے غریب کے ایک بھی صاحب مال نظر نہیں آتا جبکہ علم وفضل، تقویٰ و پاکیزگی، شرافت و نجابت، حسن اخلاق و مہمان نوازی، فقرودرویشی، عظمتِ کردار اور مشیخت ہر اعتبار سے آپ سب سے بہتر ہیں پھر اتنا فرق کیوں ہے؟

اس سوال پر حضرت نے انتہائی شکستہ لہجے میں ارشاد فرمایا "بابو اور لوگ غریبوں کو نظر انداز کردیتے ہیں اگر میں بھی انھیں گلے نہ لگاؤں تو غریب کہاں جائیں گے۔

الغرض خانوادۂ اشرفیہ کا یہ مایہ ناز فرزند اپنے اخلاق حسنہ اور خدمتِ خلق سے نگاہِ خلق میں مقامِ محبوبیت اور عزت و تکریم کا سچا مستحق بن گیا اور یہ جملہ زبان زدِ عام ہوگیا کہ "کچھوچھہ مقدسہ میں اگر کوئی ذات ہے تو بس حضرتِ غازی اسلام کی، اگر کوئی در ہے تو بس یہی دربار جہانگیری، جس کا دروازہ ہمیشہ سبھی کیلئے کھلا رہتا ہے"۔ حضرت میں ایک وصف یہ بھی تھا کہ آپ سے ملنے والا ہر شخص یہی گمان کرتا کہ حضرت مجھے ہی سب سے زیادہ عزیز و محبوب رکھتے ہیں۔

۲۷ محرم ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۶۷ء تک حضرت اپنے اسلاف کا بہترین آئینہ بن کر رشد وہدایت میں مصروف رہے مگر اپنے عمِّ محترم مجذوبِ الٰہی حضرت سید شاہ شریف حسن صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کے بعد ہی خاندانِ جہانگیری کی قدیم روایت و دستور کے مطابق عشقِ حقیقی کی عظیم نعمت اور ولایت کی اس بابرکت شان سے

فیضیاب ہو گئے جسے جذب کہا جاتا ہے اور یہی جذب طبقۂ اولیاء میں ہمیشہ ولایت کا طرۂ امتیاز رہا ہے اسی جذب نے خاندانِ جہانگیری کو پورے خاندانِ اشرفیہ میں ہمیشہ ممتاز رکھا، یہی جذب ہر زمانے میں ہمیشہ عشقِ الٰہی کا محور رہا، یہی جذب کبھی حسین بن منصور کہلایا، کبھی شمس تبریز، کبھی موسیٰ سہاگ اور کبھی سرمدین کردار کی زینت بنا۔

جذب و کیف کے اسی عالم سرمدی میں ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۴ء تک حضرت غازیٔ اسلام علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی روحانی عظمتوں اور سیف زبانی کی جانے کتنی داستانیں جریدۂ عالم پر ثبت فرمائیں جو شمار سے باہر ہیں۔

اور خشک کنویں میں چشمے ابل پڑے

۲۶ جون ۱۹۷۴ء کو میری شادی کے ولیمے کے موقع پر گھر سے متصل فاتحِ کچھوچھہ قطب زماں حضرت سیّد شاہ جعفر عرف شاہ کٹا نواز رضی اللہ عنہ کا تعمیر کردہ کنواں اپنی تعمیر کے بعد سے کسی عہد میں بھی خشک نہ ہوا تھا مگر دعوتِ ولیمہ جس میں ایک جم غفیر مدعو تھا جو ساری آبادی، قرب وجوار اور وابستگان پر مشتمل تھا اور اندرونِ خانہ خواتین بچوں کا ازدہام بھی ایک ہنگامی ماحول برپا کئے ہوئے تھا ایسے میں کنواں خشک ہونا تھا کہ گرمی کی شدت اور پیاس کے غلبے نے ہر طرف اَلعُطَشُ اَلعُطَشُ کا شور برپا کر دیا۔ گھر میں لگا ہوا ہینڈ پائپ بھی چونکہ کنویں ہی سے وابستہ تھا لہٰذا جب کنواں خشک ہوا تو ہینڈ پائپ نے بھی جواب دیدیا۔ اس زمانے میں کچھوچھہ شریف میں پانی کی شدید قلت تھی صرف کنوؤں اور اکّا دکّا ہینڈ پائپ لگے تھے جو دور دور واقع تھے اور ان سے پانی کی فراہمی بےحد دشوار بلکہ اتنے کثیر مجمع کیلئے ناممکن سی تھی پھر بھی چند مٹی کے گھڑوں اور بالٹیوں سے فراہمی کی کوشش کی گئی مگر وہ پہونچتے ہی خالی ہو جاتے تھے اور پھر وہی اَلعُطَشُ اَلعُطَشُ کا شور سنائی پڑنے لگتا۔ بہر حال کسی طرح باہر تو چند گلاس دستیاب بھی ہو جاتے تھے مگر خواتین اور بچوں کی

حالت بیحد ابتر تھی اور وہ ایک ایک قطرہ پانی کو ترس رہے تھے۔

بارات کی واپسی میں چونکہ میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا اور سر میں شدید چوٹ آئی تھی اس لئے صاحبِ فراش تھا۔ مگر گھر کے ہنگامی ماحول میں جب والدہ مخدومہ نے مجھے حالات سے باخبر کیا تو کسی طرح اُٹھ کر میں دروازے پر حضور والدِ ماجد علیہ الرحمہ کے پاس گیا۔ اس وقت حضرت کچھ بیرونی اعزہ سے مصروف گفتگو تھے۔ میں نے کنواں خشک ہو جانے کے سبب پانی کی شدید تکلیف بیان کی اور عرض کیا کہ حضور اس پریشانی کا ازالہ فرمائیں تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ "اندر جاؤ اور جس گھڑے میں بھی تھوڑا سا پانی ملے خواہ تلچھٹ ہی ہو کسی برتن میں لے آؤ"۔ میں گھر میں گیا اور ریکے بعد دیگرے سارے گھڑوں کو پلٹتا آگے بڑھتا رہا بالآخر ایک گھڑے کے تلوے میں تھوڑا سا پانی جو پینے کے قابل نہ تھا مل گیا میں نے اسے ہی ایک گلاس میں لے لیا اور حضور فاتح امرڈوبھا کے حضور حاضر ہوا تو حضرت نے تبسم فرماتے ہوئے میرے ہاتھوں سے گلاس لے لیا اس میں کچھ دم فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ "اسے لیجاؤ اور کنوئیں میں ڈالدو"۔

میں نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا تو کنویں کی زمین ٹوٹے پھوٹے گھڑوں کے ٹکڑوں کے ساتھ اپنی محرومی پر ماتم کناں تھی۔ میرے ساتھ بہت سارے لوگ حضرت کی دعاؤں کا کرشمہ دیکھنے آئے تھے اور سبھی کنوئیں میں دیکھ رہے تھے میں نے بسم اللہ پڑھی اور گلاس کا پانی خشک کنوئیں میں ڈال دیا ...... ! حضرت کے دم کئے ہوئے پانی کا کنویں کی زمین سے مَس ہونا ہی تھا کہ میرے ساتھ کنویں پر موجود سارے لوگوں نے حیرت و مسّرت سے سرشار ہو کر تکبیر کہی۔ اس تکبیر کی آواز نے ویسے میں آئے ہوئے سبھی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور سبھی کنویں کی طرف دوڑ پڑے۔ اس وقت ہماری آنکھوں نے حضرت کی شانِ ولایت و کرامت کا ایک عجیب منظر دیکھا کہ کنویں کی اندرونی دیواروں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے ہیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر

گذری تھی کہ پانی اپنی عام سطح پر پہونچ کر تھم گیا اور ایسا تھا کہ آج اٹھائیس (۲۸) سال کا زمانہ گذرا مگر پانی خشک ہونا تو بڑی بات کبھی اپنی عام سطح سے کم بھی نہ ہوا۔ فی الحال یہ کنواں داخل مسجد ہو کر ڈھک دیا گیا ہے اور ہینڈ پائپ کے ذریعہ مسجد کی ضروریات پوری کر رہا ہے
اسی عالم میں کچھوچھہ شریف ہی کے مولانا محمد رفیق صاحب انجم اور ان کے اہل خاندان حاضر ہوئے اور بیعت کی خواہش ظاہر کی تو حضرت نے بلا تکلف سبھی کو اپنے دامن کرم میں لے لیا مگر بعد میں جب محلہ نظام الدین پور کے لوگ داخل سلسلہ ہونے کی آرزو لیکر حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا کہ تم لوگ میرے حصے میں نہیں اس لئے تم لوگوں کو بیعت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ لوگ اپنی کم نصیبی کا احساس لئے واپس ہو گئے اور حضرت کے وصال کے بہت دنوں بعد اُن میں سے بعض حضرات سلطان المشائخ حضرت علامہ سید شاہ مختار اشرفی جیلانی زیب سجادہ خانقاہ حسینیہ سرکار کلاں علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔
الغرض جذبی کیفیت کے یہ سات سال جو وصال تک زندگی کے ہر شعبے پر محیط رہے کبھی انوار و تجلیات الٰہی کا مظہر رہے اور کبھی رحم و کرم کا بادل بن کر جھوم جھوم کر برسے۔
جلال و جمال کا یہ دور تقریباً ایک سال کا ہوتا۔ عالم جلال میں حضرت کا چہرہ ایسا مرکز تجلیات ہوتا کہ نگاہیں اُٹھتے ہی خیرہ ہوتی محسوس ہوتی تھیں جبکہ عالم جمال میں وہی چہرہ ایسا چشمۂ رحمت ہوتا کہ ہر کوئی اُمیدوار کرم ہوتا۔
بالآخر وہ وقت بھی اسی عالم میں آ پہنچا جب ہر طالب اپنے مطلوب حقیقی کی قربت کو تمام علائق دنیا پر ترجیح دیدیتا ہے۔ اور بقول حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ والرضوان ؎

خوب تر زیں وگرچہ باشد کار
یار خنداں رود بجانب یار
سیر بیند جمال جاناں را
جاں سپارد و نگار خنداں را

گنگناتے ہوئے جمالِ حسنِ ازل کی نیرنگیوں میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتا ہے۔

حضرت غازی اسلام نے بھی اپنے وصال سے ایک روز قبل شب میں تقریباً ایک بجے (جبکہ میں خدمت میں حاضر تھا) اپنے قریب بُلایا اور ارشاد فرمایا۔

بیٹا...... ! دولت کچھ نہیں فقر چاہیئے، فقر چاہیئے، فقر سے بڑھ کر کچھ نہیں، میری فقیری کوئی نہیں جان سکا۔ بیٹا...... ! میری فقیری پر آنچ نہ آئے"

اس وقت میری حالت عجیب ہو گئی اور وہ ارشادات جو حضرت نے کئی سال پہلے ہی سے حسبِ موقع اپنے مختلف چاہنے والوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ ارشاد فرماتے تھے........ کبھی فرمایا۔ اب آئندہ ملاقات نہ ہوگی۔ کبھی فرمایا....... آئندہ میرا عرس درگاہ شریف میں ہوگا۔ کبھی کسی سے فرمایا......... آئندہ ملاقات کی اُمید نہ رکھنا۔ کبھی کسی سے فرمایا...... یہ آخری ملاقات ہے۔

اس طرح تقریباً دو ہفتہ قبل اپنے آخری سفر پر (جب حضرت سیدنا ابراہیم مجذوب علیہ الرحمۃ واقع اجودھیا اور حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی رضی اللہ عنہ کے آستانوں پر حاضر ہوئے) روانہ ہونے سے قبل بروز جمعہ اپنے بیرونی کمرے میں حضرت کا مجھے بلا کر اپنی صدری پہنانا کافی دیر تک اپنے سینے سے لگائے رکھا اور پھر بہت ساری دعاؤں سے نوازنا یاد آگیا اور میں بے اختیار رو پڑا۔ اپنی محرومی حرماں نصیبی اور داغ یتیمی کے تصور سے میرا کلیجہ کانپ اُٹھا اور میرا سارا وجود آنسوؤں میں ڈوب گیا مگر پھر مشیتِ ایزدی نے بڑھ کر میری دلجوئی کی اور میں نے بتوفیق ایزدی ایک آہنی عزم کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیکر عرض کیا......

"انشاءاللہ آپ کی فقیری پر آنچ نہ آئیگی لیکن آپ کی دُعا چاہیئے"

میرے اس عہد اور التجا پر حضرت کے ہونٹوں پر تبسم کی ایک لہر سی آئی اور قربان ہو گئی اور چہرے پر سکون واطمینان کی بہاریں نثار ہونے لگیں یہ شب جمعرات تھی ساری

رات حضرت کی زبان پر اللہ، اللہ، یارسول اللہ یا علی یا غوث اور یا سلطان سمناں کا نعرۂ دلسوز رہا۔ فجر کا وقت آیا تو ضرب اللہ، میں شدت پیدا ہو گئی اور ایک بار آواز اتنی شدید نکلی کہ ساری فضا کانپ اٹھی اور حضرت پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کافی وقت گذرنے پر بھی جب غشی میں کمی نہ آئی تو کچھ بزرگوں اور مقامی اطباء کے اصرار پر میں نے ٹانڈہ کے مشہور ڈاکٹر جناب نثار احمد صاحب کے یہاں لیجا کر حضرت کو دکھایا تو انھوں نے فوراً فیض آباد لیجانے کو کہا۔ فیض آباد میں سول ہاسپٹل پہونچا تو وہاں اس زمانہ میں ڈاکٹر انصاری صاحب سپریٹنڈنٹ موجود تھے انھوں نے حضرت کو دیکھتے ہی ایڈمٹ کر لیا مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ حضرت کی یہ غشی کچھ دوسری طرح کی ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ میڈیکل سائنس میں اس طرح کی غشی کا کوئی علاج ہے یہ غشی ہی میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ویسے میں حتی الوسع خدمت کروں گا ممکن ہے کہ انکی خدمت میرے لئے توشۂ آخرت بن جائے اور حضرت ہوش میں آجائیں مگر......... دنیائے جذب وسلوک کا یہ شہسوار عالم استغراق میں اللہ، اللہ، کی باآواز بلند ضربیں لگا تا رہا اور اسپتال کی فضاؤں میں ارتعاش پیدا ہوتا رہا۔ شبِ جمعہ آئی تو حضرت نے آنکھیں کھولیں میں قریب ہی تھا مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سی جگہ ہے مجھے کہاں لے آئے ہو تو میں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے حضرت کو بتایا کہ یہ اسپتال ہے اور میں علاج کیلئے یہاں لایا ہوں۔ اتنے میں ڈاکٹر انصاری صاحب آگئے اور حضرت کو ہوش میں دیکھ کر بیحد خوش ہوئے اور حضرت سے دعاؤں کی درخواست کرتے ہوئے میری طرف مخاطب ہوئے اب میں مطمئن ہوں انشاء اللہ حضرت یہاں سے روبصحت ہو کر جائینگے۔

ڈاکٹر صاحب کے بیحد اطمینان دلانے اور اظہار مسرت کرنے پر میں باہر گیا اور والدۂ مخدومہ مدظلہا جو اسپتال میں ساتھ ہی تھیں ان کے لئے چائے لیکر آیا اور بااصرار انھیں پلا کر تھوڑی سی خود بھی پی۔

شبِ جمعہ اپنے اختتام پر تھی ایک جانب میں اور دوسری جانب والدۂ مخدومہ

حضرت کے بستر سے متصل بیٹھے ہوئے تھے کہ پھر حضرت نے ایکبار زور سے نعرۂ اللہ ہُو کی آواز بلند کی اور یکلخت بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! میرے آقا سلطانِ سمناں تشریف لائے ہیں، عجیب سی بیقراری اور اضطرابی کیفیت میں حضرت نے مزید اُٹھنا چاہا تو میں زار و قطار رو پڑا اور آگے بڑھ کر حضرت سے بستر پر لیٹنے کی التجا کی۔ چند لمحے حضرت نے اپنی بڑی بڑی سُرخ ڈوروں سے مزین روشن و منور آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ کشاں کشاں صبح کا سورج بلند ہوا اور ۸ر شعبان ۱۳۹۴ھ مطابق ۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء کی وہ صبح آئی جس نے نہ صرف والدۂ مخدومہ اور مجھے بلکہ سارے خانوادۂ اشرفیہ، سارے اہلیانِ کچھوچھہ مقدسہ اور سارے وابستگانِ سلسلۂ اشرفیہ جہانگیریہ کو دردِ غم کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن کر دیا اور ایسے کرب و الم سے آشنائی ہمارا نصیبہ بن گئی جو زندگی کی آخری سانس تک ہمارے دلوں میں چٹکیاں لیتی رہے گی۔

جمعہ کی صبح ہی سے حضرت کی کیفیت پل پل بدل رہی تھی کبھی حضرت کا چہرہ غیبی مسرتوں سے گلنار ہو جاتا اور کبھی ایسا لگتا جیسے شبستانِ حیات کا چراغ اپنی ڈوبتی ہوئی زرد روشنی میں نہایا ہوا ہے۔

ہماری حسرت بھری نگاہیں حضرت کے چہرے پر مرکوز تھیں اور دل اپنے رب کی بارگاہِ بیکس پناہ میں گریہ کناں۔ اے قادرِ مطلق، اے غفور الرحیم، اے بیکسوں، بے سہاروں مجبوروں اور شکستہ دلوں کے سہارے، اے زندگی کو غموں کے ہچکولوں سے نجات دینے والے، اے بے قراروں کے قرار، اے بیچاروں کے مونس و ہمدم و چارہ گر، اے غریبوں اور دکھیاروں کی لاج رکھنے والے، اے مظلوموں کی ڈوبتی ہوئی نیّا پار لگانے والے اے کائنات کے پالنہار، اے ستّار و غفّار و رحمٰن و رحیم مولیٰ اپنے پیارے حبیب رحمۃ العٰلمین سردارِ دوجہاں انیس بیکساں، چارۂ بیچارگاں، شافع عاصیاں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وصحبہ وبارک وسلم کے صدقے وطفیل ہم پر اپنا

فضل فرما اور حضرت والد ماجد کو صحت وسلامتی وشفائے کُلّی سے نواز دے ہمیں دردِ یتیمی سے اماں عطا فرما، ہم غریبوں کو بے آسرا نہ چھوڑ ہمیں جینے کے سہارے سے نہ محروم رکھ ہم مجبوروں پر رحم فرما، ہم بے دست وپا ہیں، بے سہارا ہیں، مولیٰ..... ہم ترے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے غریب ہیں۔ ہماری غربت کا بھرم رکھ لے۔ ہماری اُمیدوں کا بھرم رکھ لے۔ ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ کر، ہماری دعاؤں کا بھرم رکھ لے۔

مگر ہماری بلکتی ہوئی دُعائیں، سسکتی فریادیں اور آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی فریادیں باب اجابت تک نہ پہونچ سکیں اور ٹھیک صبح آٹھ بجکر دس منٹ پر تقدیر الٰہی نے ہم سب کو زندگی کی بے ثباتی اور حقیقتِ اُخروی کی لازوال اور تلخ حقیقتوں کے ایسے درد لادوا کی ٹیسوں میں مبتلا کر دیا جس سے کسی کو مفر نہیں، ضرب اللہ کی آخری آواز نے فضا میں ایک بار پھر ارتعاش پیدا کیا اور حضرتِ سلطانِ سمناں کا مایہ ناز فرزند لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جاں فزا ورد کو اپنے لبوں پہ سجائے اپنے رب کے حضور حاضر ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

"ہرگز نہ میرد آں کی دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"

میں شکستہ شکستہ وصال کے بعد ایک کار میں حضرت کے جسدِ خاکی کو لئے ہوئے جب کچھوچھہ شریف کے بازار والی گذرگاہ پر سرے ہی پر واقع کوتوالی جامع مسجد کے سامنے پہنچا تو اس وقت جمعہ کی نماز کیلئے مؤذن اللہ کی کبریائی اور عظمت کا اعلان کرتے ہوئے اللہ اکبر للہ اکبر کی صداؤں سے فضاؤں کو معمور کر رہا تھا اور بندگانِ الٰہی جوق در جوق اپنے معبودِ حقیقی کے حضور سجود و نیاز کے نذرانے پیش کرنے کیلئے مسجد کی طرف بڑھے چلے رہے تھے۔ میں رُک گیا اذان ختم ہوئے سارا مجمع کار کے سامنے آگیا اور مجھ سے دریافت حال کیا تو جیسے ہی میں نے اپنے بیساختہ بہنے والے آنسوؤں سے روداد غم سنائی سارے

مجمع میں کہرام مچ گیا۔ ابھی نماز بھی ختم نہ ہو پائی تھی کہ ساری آبادی بلا اختلاف مذہب و ملت روتی بلکتی ہوئی دروازے پر آگئی اس درمیان حضرت کو گھر میں حضرت جدّ کریم قطبِ زماں مجذوب الٰہی حضرت سید شاہ شریف صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی مخصوص آرام گاہ پر لٹا دیا گیا تھا اور چہرے سے چادر ہٹادی گئی تھی۔ ازدہام عظیم کے باعث بڑی مشکل سے لوگوں کو گروہ در گروہ تقسیم کیا گیا اور زیارت کا سلسلہ شروع ہوا۔

انوار و تجلیاتِ الٰہی کا مہبط حضرت کے چہرۂ انور کی زیارت کا سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک تجہیز و تکفین کا وقت نہ آگیا۔

ایک غیبی آواز اُبھری اور قبر کی جگہ وسیع ہوگئی

اس درمیان کچھ بزرگوں نے اپنے قبرستان میں حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کیلئے قبر کی نشان دہی کی خاطر مجھ سے درگاہِ معلّیٰ جانے کیلئے کہا تو میں نے اپنی کم علمی کے باعث اپنے محترم پھوپھا حضرت سید شاہ آل حسن صاحب علیہ الرحمۃ (جو اس وقت باحیات تھے) سے گزارش کر کے انھیں بھیج دیا مگر تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ محترم پھوپھا نے واپس آکر مجھ سے فرمایا کہ بابو مولانا کے شایانِ شان جگہ میری سمجھ میں نہیں آسکی لہٰذا تم ہی جاؤ۔ پھر میں درگاہِ معلّیٰ حاضر ہوا۔ حسبِ عادت پہلے حضرت قطبِ عالم کے حضور حاضر ہوا تو بارگاہِ جہانگیری میں میری آنکھوں سے بہنے والے آنسو فریادی بن گئے۔ پھر روضۂ اقدس سے نکل کر میں نے پورے قبرستان میں ایک طائرانہ نظر ڈالی تو حضرت قطبِ عالم جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس سے بالکل متصل مشرقی جانب حضرت قطب عالم سید شاہ بھکاری رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب اور قطبِ زمن حضرت سید شاہ عماد الدین اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داہنے پہلو پر مجھے تھوڑی سی جگہ نظر آئی۔ وہاں میرے قریب ہی کھڑے مستری ظہور احمد خاں کچھوچھوی (ابھی بفضلہ باحیات ہیں) سے میں نے اسی جگہ قبر تیار

کرنے کے لئے کہا تو انھوں نے پیمائش کرکے بتایا یہ جگہ قبر کے لئے بےحد ناکافی ہے تقریباً سوا فٹ چوڑی جگہ میں کسی کی تدفین ممکن ہی نہیں۔ پھر میں نے حضرت جدّ کریم سیّد شاہ شریف حسن صاحب علیہ الرحمۃ جن کی قبر بزرگوں کی لائن میں سب سے آخر میں ہے ان کے پہلو میں دیکھا وہاں بھی ممکن نہ ہوا تو مایوسانہ انداز میں قبرستان کے شمال و جنوب میں واقع حصّوں کی طرف دیکھا صدمۂ عظیم سے نڈھال ذہن و فکر کام نہیں آ رہے تھے اچانک جانے کیا خیال آیا کہ میں حضرت جدّ کریم کی قبر سے ہوتا ہوا اس جانب آیا جہاں آج حضرت غازیٔ اسلام علیہ الرحمۃ کا مرقدِ اطہر ہے اس تھوڑی سی جگہ کے قریب کھڑے ہو کر میں روضۂ منورہ کے شمال جانب دیکھ رہا تھا کہ اچانک میری پشت پر ایک غیبی آواز سنائی دی جو مجھے مخاطب کرکے کہہ رہی تھی "پیچھے دیکھو جگہ ہے"۔ اس آواز پر میں اپنے پیچھے مڑا تو میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اب وہی جگہ جو تھوڑی دیر قبل صرف سوا فٹ کے قریب تھی اور مستری ظہور احمد خاں نے پیمائش کرکے بتا دیا تھا کہ اس جگہ تدفین ممکن نہیں وہی جگہ اب تقریباً ساڑھے چار فٹ چوڑی ہو چکی تھی۔ اپنے والدِ ماجد علیہ الرحمۃ کی اس خوش بختی اور غیبی اعزاز سے میرا غمزدہ دل بھی ایک روحانی مسرت سے ہمکنار ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی مستری صاحب کو متوجہ کیا تو وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے اور انھوں نے مجھ سے بیساختہ پوچھ لیا کہ "بابو یہ جگہ کیسے بڑھ گئی"، تو میں نے انھیں صرف اتنا بتایا کہ یہ تو میں بھی نہیں بتا سکتا البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ "جس کے لئے قبر کی جگہ دی گئی ہے وہ جانے یا دینے والا جانے"۔

پھر جیسے ہی وہاں قبر کی کھدائی شروع ہوئی بہت سارے خدّامِ آستانہ دوڑتے ہوئے آئے انھیں گمان تھا کہ میں اپنی ناتجربہ کاری کی بنا پر جہاں تدفین ممکن نہیں قبر بنوا رہا ہوں مگر جب قریب آئے تو جگہ کی وسعت دیکھ کر ششدر رہ گئے اور وہی سوال جو مستری ظہور احمد خاں نے مجھ سے کیا تھا انھوں نے بھی دوہرانا شروع کیا تو میں نے اپنا جواب دہرا دیا اور معذرت کرتے ہوئے انھیں حیرتوں میں غلطاں و پیچاں چھوڑ کر گھر آ گیا۔

سبھی بار بار یہی کہہ رہے تھے کہ ہماری عمریں یہاں گذر گئیں کبھی اتنی جگہ نہ دیکھی آج یہ کیسے ہوگیا۔اس واقعے کی اتنی شہرت ہوئی کہ کئی سال تک دُور دراز سے لوگ حضرت کی قبر کو دیکھنے آتے رہے اور جگہ کی وسعت کا راز پوچھتے رہے۔

کچھوچھہ کا دیوتا

درگاہِ معلیٰ سے واپس آیا تو عوام کا ایک اژدہام عظیم گھر کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔جنازہ میں لوگوں کی سہولت کے پیشِ نظر بڑے بڑے بانس منگاکر باندھے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ایک ساتھ کاندھا دینے کی سعادت سے بہرآور ہوسکیں مگر جب بعد نمازِ عصر جنازہ اُٹھا تو درگاہِ معلیٰ تک کی مسافت ساڑھے تین گھنٹے میں طے ہوئی اور رات کے ساڑھے سات بج گئے اتنے طویل عرصہ میں جانے کتنے جنازہ میں بندھے ہوئے بانسوں کو چُھو بھی نہ سکے اور کفِ افسوس ملتے ہوئے دیکھے گئے۔اتنا کثیر مجمع اور وہ بھی بغیر کسی برقی اطلاع کے اچانک اکٹھا ہوجانے پر خاندان کے بزرگوں کی زبانی یہ جملہ بار بار سنا گیا کہ آدمی نہیں ہیں یہ رجال الغیب ہیں۔راستے کے دونوں جانب غیرمسلم مرد و عورت قطار در قطار اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑتے ہوئے بلکتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ "ہائے افسوس آج کچھوچھہ یتیم ہوگیا، بے سہارا ہوگیا، ہائے آج کچھوچھہ کا دیوتا چلا جارہا ہے"۔

الغرض کشاں کشاں درگاہِ معلیٰ پہنچے اور حضور غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے درِ دولت صحنِ آستانہ پر جنازہ رکھا گیا یہاں بانس اپنی طوالت کے باعث علیٰحدہ کردیئے گئے تھے اب نمازِ جنازہ کا اعلان ہوا تو اس جم غفیر کی صف بندی مشکل ہوگئی بڑی مشکلوں سے صفیں تیّار ہوئیں اور صحنِ آستانہ سے لیکر سارے گلی کوچے صفوں سے آباد ہوگئے۔

بارگاہِ مخدوم میں محبوبیت کا مظاہرہ

حدِ نظر مجمع نماز جنازہ کیلئے صف بصف ہوا تو خانوادۂ اشرفیہ کی تاریخ میں پہلی بار نماز جنازہ کیلئے صحن آستانۂ تنگ ہوا تو بزرگوں کے حکم پر جنازہ اٹھاکر آستانے کی پہلی سیڑھی پر رکھا گیا تو جنازہ زبانِ حال سے پکار اٹھا کہ دیکھو بارگاہِ غوث العالم میں حضرت غازئ اسلام فاتح امرڈوبھا حضرت علامہ الشاہ سید محمد اکمل حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ جہانگیریہ کی مقبولیت و محبوبیت کی یہ شان ہے۔

نماز جنازہ ختم ہوئی تو ایکبار پھر آخری دیدار کے لئے ہجوم نے اصرار کرنا شروع کیا تو میں نے چہرۂ مبارک پر سے کفن ہٹادیا۔ پھر کیا تھا مجمع پروانہ وار ٹوٹ پڑا اور بڑی مشکل سے لوگ اس بات پر راضی ہوئے کہ قطار میں کھڑے ہو کر باری باری آئیں۔ اس طرح لوگ قدمبوسی کرتے چہرۂ مبارک کی زیارت کرتے اور گلاب کے پھولوں کے نذرانے جسد اطہر پر نچھاور کرتے رہے اور رات کے تقریباً گیارہ بج گئے مگر یہ سلسلہ کسی طرح رُک ہی نہیں رہا تھا آخر کسی طرح جنازہ صحن آستانہ سے قبر کی طرف لایا گیا۔ گلاب کے پھولوں کی بارش ہوتی رہی بالآخر رنج والم کی وہ دردانگیز گھڑی آگئی جب مخدوم سمناں کا وہ عظیم شہزادہ جس نے فتحِ امرڈوبھا سے لیکر زندگی کی آخری سانس تک اعلائے کلمۃ الحق کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ شریعت وطریقت کا سنگم بن کر جانے کتنے تشنہ لبوں کو سیرابی عطا کی تھی۔ حقیقت و معرفت کا روشن چراغ بن کر بیشمار اصحاب صدق وصفا کو منزلِ مراد عطا کی تھی، زندگی کے ہر قدم پر اپنے بہترین اخلاق کے نمونے ثبت کئے تھے، رشد و ہدایت کے مینارۂ نور قائم کئے تھے، جذب وسلوک کا پیکر بن کر اپنی سیف زبانی سے جانے کتنوں کو معراجِ زندگی سے نوازا تھا جود وسخا کے والہانہ مظاہروں سے جانے

کتنے مظلوموں، دردمندوں، مجبوروں، بے سہاروں، بیکسوں اور یتیموں کی دستگیری کی تھی اپنے بیشمار عقیدت مندوں، عزیز و اقربا اور چہیتوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر پھولوں کی بارش میں سپرد خاک ہو گیا۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

ہدیۂ تشکر

پیر کے دن فاتحہ سوئم میں حاضر ہونے والے بیشمار لوگوں میں سے بہت سے لوگوں نے جن کے یہاں حضرت کے سلسلے میں تلاوت قرآن یا اوراد میں سے جو کچھ بھی پڑھا گیا تھا انھیں حضرت نے خواب میں اپنے دیدار سے نوازہ اور ان کی نذر پر شکر کے الفاظ ادا کئے۔ اور اس ناچیز کو اپنی خاص کریمانہ شان کا مظاہرہ فرماتے ہوئے عالم رویا میں گلے سے لگا کر بیشمار دعاؤں سے نوازہ اور اپنے رب کے فضل بے حساب پر وجدانہ انداز میں ارشاد فرمایا بیٹا ۔۔ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۔ یقیناً اہل نار اور اصحاب جنّت کا کوئی مقابلہ نہیں اور اصحاب جنّت وہی لوگ ہیں جنھیں رب کائنات اپنے حبیب لبیب علیہ التحیۃ والثناء کے صدقے و طفیل اپنے بندوں میں برگزیدہ فرمادیتا ہے۔ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک اولیاء اللہ کی حیات جاودانی اور بارگاہِ خداوندِ قدوس میں انکی عظمتوں کا بہترین مظہر ہے۔

اِنّ اولیاء اللّٰہ لایموتون بل منتقلون من دار الیٰ دارہ

"لاریب اللہ کے دوستوں کو موت نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔"

اسی حیات جاودانی و فضلِ ایزدی کا بعد وصال حضرت فاتح امرڈوبھا علیہ الرحمۃ سے بھی ظہور رہا۔ چند واقعات نذر ناظرین ہیں۔

جب مریدین کی دلجوئی کیلئے تشریف لائے

موضع رانی پور ضلع بستی کے رہنے والے وکیل احمد خاں مرحوم حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے زمانے میں بقید حیات اور مصطفےٰ بازار بمبئی میں برسر روزگار تھے محرم ۱۹۷۴ء میں جب میں پہلی بار بمبئی کے دورے پر گیا تو اُن سے ملاقات ہوئی وکیل احمد خاں صاحب حضرت فارح امر ڈوبھا علیہ الرحمہ کے بیحد چہیتے مریدین میں سے تھے حضرت کے وصال کی خبر پاکر بمبئی میں تڑپ کر رہ گئے اور اپنے پیرو مرشد سے جدائی کے غم میں رو رو کر نڈھال ہو گئے روزگار سے دلچسپی نہ رہ گئی آہوں اور آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آواز نالۂ و فغاں کی زبان بن گئی بالآخران کی تڑپ نے اپنے پیرو مرشد کی روحانیت کو متوجہ کر ہی لیا اور انھیں معراج محبت میسر آ گئی۔

ملاقات کے موقع پر انھوں نے جو کچھ مجھے بتایا خود انھیں کی زبانی سنیئے.......

رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے کمرے میں بیٹھا اپنے پیرو مرشد کا تذکرہ کر رہا تھا اور روتا بھی جا رہا تھا اور میرے ساتھی میری دلجوئی میں مصروف تھے کہ ان میں سے ایک نے کھانے کی خواہش ظاہر کی تو سبھی نے اس کی تائید کر دی۔ میں نے بھی بجھے ہوئے دل سے اثبات میں گردن ہلا دی۔ ابھی ہم دستر خوان پر بیٹھے جا ہی رہے تھے کہ باہر سے آواز آئی۔

"بیٹا وکیل دروازہ کھولو دیکھو........ میں آگیا ہوں"

یہ آواز تھی یا میرے لئے مژدۂ حیات۔ میرے پیرو مرشد کا وہی پیار بھرا لب و لہجہ، وہی محبت والی آواز، وہی کریمانہ انداز جس نے اپنوں ہی کو نہیں غیروں کو بھی اپنا وارفتہ و شیدا بنالیا تھا........ سُن کر میں بیساختہ اُچھل پڑا۔ خوشی و مسرت کے عالم میں میں اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو گیا میں نے دوڑ کر دروازہ کھولا تو میرا مرشد، میرا پیر، میرا آقا دروازے

پر اپنی کریمانہ شان کے ساتھ رونق افروز تھا۔ میں نے بیقرارانہ بڑھ کر دست بوسی کی تو حضرت نے انتہائی شفقت سے مجھے گلے سے لگالیا۔ اپنے پیرومرشد کے اس کرم پر میں رو پڑا اور روتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو کچھ اور ہی سُنا تھا یہ سُن کر حضرت مسکرائے اور فرمایا بیٹا........ میں مرا نہیں! زندہ ہوں اور میرے رب نے مجھے بہت بڑی زندگی عطا فرمائی ہے۔"

میں نے حضرت سے عاجزانہ اصرار کرنا شروع کیا کہ حضور کمرے میں تشریف لے چلیں تو حضرت نے مزید کرم فرمایا اور کمرے میں تشریف لائے میں نے جلدی جلدی حضرت کے لئے بستر بچھایا اور حضرت تشریف فرما ہوئے پھر ہم سب کی التجا پر کھانا بھی تناول فرمایا........ کھانے سے فارغ ہوئے تو حسبِ معمول میں نے اپنے برتن میں حضرت کے ہاتھ دُھلائے اور ایک نئے تولئے سے حضرت کے دستِ مبارک کو خشک کیا۔ میرے آقا مزید تھوڑی دیر میری دلجوئی فرماتے رہے اور بار بار یہی ارشاد فرماتے رہے۔ کہ اس طرح بیقرار نہیں ہوا جاتا تمھاری تڑپ نے مجھے آنے پر مجبور کر دیا۔ میں ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گا اب آئندہ آنسو نہ بہانا۔"

پھر اچانک فرماتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ بیٹا میں جا رہا ہوں انشاءاللہ پھر ملاقات ہو گی اور کمرے سے باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے اور میرے ساتھیوں نے حضرت کی دست بوسی کی اور ابھی میں حضرت کے لئے حسب سابق ٹیکسی کے لئے اِدھر اُدھر نظریں دوڑا ہی رہا تھا کہ حضرت نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر تک تو ہم پر سکتے کی سی کیفیت طاری رہی بالآخر اپنے پیرومرشد کی اس روحانی آمد پر میں خوشی سے پھولا نہ سمایا اور اس یقین کے ساتھ ہم اپنے کمرے میں واپس آ گئے کہ حضرت کا وصال نہیں ہوا ہے اور یہ آمد میرے آقا کی ایک کرامت کے طور پر ہے

اس واقعے کے بعد بہت سے لوگوں سے میں نے حضرت کے وصال کی تردید بھی کی

مگر وصال کی وحشتناک خبریں بھی آتی رہیں اور میں پریشان ہوتا رہا آج آپ (راقم الحروف) سے ملاقات ہوئی ہے تو یقین آگیا ہے کہ اب میرے پیر و مرشد ہمارے درمیان نہیں یہ کہہ کر وکیل احمد خاں مرحوم کافی دیر تک روتے رہے اور میں اُن کی دلجوئی کرتا رہا پھر جب انھیں کچھ صبر آیا تو اپنے کاندھے پر سے تولیہ اُتارا اور مجھے دکھاتے ہوئے کہنے لگے کہ "یہی وہ تولیہ ہے جس میں میرے حضرت نے اپنے مبارک ہاتھوں کو خشک کیا تھا۔"

(۲) حضور والدِ ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال سے تقریباً چھ ماہ بعد ۱۹۷۴ء میں حضرت کی قبر مبارک کی پختہ تعمیر کے سلسلے میں روضۂ جہانگیری (جو اس وقت آہنی سلاخوں سے بنی جالیوں اور آہنی چادروں ہی کی چھت پر مشتمل قدیم طرز تعمیر میں بنگلے کے نام سے موسوم تھا) میں کھڑا ہوا تعمیری کام دیکھ رہا تھا کہ تقریباً چار بجے شام کو موضع ڈھوا نزد حیدر گڑھ ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے حاجی امتیاز علی صاحب (ابھی ڈو سال قبل ان کا وصال ہو گیا رب کریم انھیں غریق رحمت فرمائے آمین۔) آستانۂ قطب عالم حضرت سیّد شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوئے چند لمحے تک حیرت و استعجاب کے عالم میں بُت بنے والدِ ماجد علیہ الرحمۃ کی تعمیر ہوتی ہوئی قبر شریف دیکھتے رہے پھر یکایک ایک درد بھری چیخ کے ساتھ بلک بلک کر رونے لگے تو میں نے آگے بڑھ کر انھیں تسلّی و تشفی دینے کی کوشش کی۔ کافی دیر کے بعد جب ذرا سنبھلے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ .... میں کیا سوچ کر آیا تھا اور کیا دیکھ رہا ہوں۔

پھر میرے اصرار پر بتایا کہ حضرت کے وصال کی خبر کافی دنوں بعد سننے میں آئی مگر چونکہ معتبر ذرائع نہ تھے اس لئے غلط سمجھا۔ ابھی ایک ماہ ہوا مجھے ایک ایسے صاحب ملے جو حضرت کے وصال کے وقت آستانہ غوث العالم حضور مخدوم سلطان سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے

کچھوچھہ مقدسہ حاضر ہوئے تھے اور میرے پیرومرشد کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے تھے ان کی زبانی وصال کی خبر سُن کر یقین کرنا ہی پڑا اور روتا ہوا گھر آیا تو اپنی اہلیہ اور بچّوں کو بھی یہ دلدوز خبر سنائی کہ ہم سب اپنے پیرومرشد سے محروم ہوگئے اتنا سُننا تھا کہ سارے گھر میں کہرام مچ گیا پھر کیا تھا سارے گاؤں میں ہر طرف سے آہ و بکا کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ گاؤں کے لوگ آآکر مجھ سے حالات دریافت کرتے جاتے اور روتے ہوئے چلے جاتے۔ اس طرح رات آگئی اور میں اپنی بدنصیبی اور محرومی پر ماتم کناں مسجد چلاگیا۔ عشاء بعد گھر واپس آیا تو دیکھا کہ میری اہلیہ پیرومرشد علیہ الرحمۃ کا نام لے لے کر رو رہی ہیں۔ انھیں اس طرح زار و قطار روتے ہوئے دیکھ کر مجھے بھی ضبط کا یارانہ رہا اور میری آنکھیں بھی آنسوؤں کے ساون بھادوں برسانے لگیں اس گریہ وزاری کے درمیان میرے منھ سے باربار یہ الفاظ آہ بن کر نکلتے۔ " اے میرے پیر! آپ تو روشن ضمیر تھے آپ تو اللہ کے محبوب بندوں میں تھے اگر میں کسی قابل نہ تھا تو آپ ہی کرم فرمادیتے۔ مجھے کسی طرح بلالیتے اور میں آخری خدمت سے تو محروم نہ رہتا کم ازکم آخری بار دیکھ تو لیتا" ان الفاظ کے ساتھ آنسوؤں کی جھڑی اور تیز ہوتی رہی۔ رات گذرتی رہی اور ہم میاں بیوی اپنے پیر کے غم میں آنسو بہاتے رہے کتنا وقت گذرا ہمیں اس کا ہوش نہ تھا کہ اچانک ....رات کے سناٹے میں دروازے سے آواز آئی۔ "حاجی صاحب دروازہ کھولئے، حاجی صاحب دروازہ کھولئے" اس آواز کو سنتے ہی میں آپے میں نہ رہا اور دروازے کی طرف دوڑا۔ یہ آواز کسی اور کی نہ تھی یہ تو میرے پیرومرشد کی وہی پیار بھری آواز تھی جس سے برسوں سے میرے کان آشنا تھے، یہی آواز میرا سرمایۂ حیات تھی، میری روح کا قرار تھی، میرا تو شۂ

آخر رات تھی۔ میرے پیچھے پیچھے میری اہلیہ بھی دوڑیں اور میں نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنا تھا کہ میں مسرت سے چیخ پڑا۔ میرا پیر و مرشد اپنی مخصوص وضع قطع میں دستِ مبارک میں عصا لئے تبسم بلب میرے سامنے رونق افروز تھا۔ میں بیقرارانہ آگے بڑھا اور دست بوسی سے فیضیاب ہوکر حضرت کے قدموں سے لپٹ گیا۔ اس عالم سرخوشی میں نہ مجھے حضرت کے وصال کی خبر یاد رہی اور نہ ہی تھوڑی دیر قبل اپنی گریہ وزاری کی کیفیت۔ بس قدموں سے لپٹا ہوا اپنی بے پناہ خوشی کے آنسوؤں کو اپنے پیرومرشد کے نعلین پر نثار کرتا رہا۔ ابھی چند ہی لمحے گذرے ہوں گے کہ میرے پیر کا کرم جوش پر آیا اور مجھے دونوں بازوؤں سے اُٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا ،، حاجی صاحب کیوں پریشان ہوتے ہو میں تو زندہ ہوں دیکھو میں آگیا ہوں اب مت رونا،، میں حضرت سے لپٹا ہوا تھوڑی دیر تک تو مسرتوں سے ہمکنار ہوش و خرد سے بیگانہ رہا مگر معاً اپنی اہلیہ کی آواز پر چونک کر حضرت سے ملتجی ہوا کہ حضور اندر تشریف لے چلیں۔ اس عرصہ میں میری اہلیہ نے حضرت کے لئے بستر لگا دیا تھا۔ حضرت اندر تشریف لائے اور بستر پر رونق افروز ہوئے تو میں نے حضرت کی خدمت میں کھانا پیش کرنے کے لئے اہلیہ سے کہا انھوں نے جلدی جلدی کھانا گرم کرکے دسترخوان پر سجا دیا تو میں نے حضور سے تناول فرمانے کی التجا کی۔ ہم دونوں کے بیحد اصرار پر حضرت نے تھوڑا سا قبول فرمایا اور یہ فرماتے ہوئے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ،، اچھا حاجی صاحب اب میں چلتا ہوں انشاء اللہ پھر کبھی آؤں گا اب آئندہ پریشان ہو کر آج کی طرح آنسو نہ بہانا میں زندہ ہوں اطمینان رکھو،، اور دروازے کی طرف تشریف لے جانے

لگے تو میں نے عاجزانہ درخواست کی کہ حضور اتنی رات گئے آپ کیسے تشریف لیجائیں گے۔ حیدر گڑھ یہاں سے تقریباً پانچ کلومیٹر دُور ہے اس وقت اس علاقے کی واحد سواری رکشہ بھی نہ ملے گا حضور اس وقت تو آرام فرمائیں حکم ہوگا تو میں صبح بیل گاڑی پر حضور جہاں فرمائیں گے پہنچا دوں گا۔ مگر حضرت یہ فرماتے ہوئے قدم بڑھاتے رہے کہ "اس وقت میرا جانا بیحد ضروری ہے انشاء اللہ پھر آؤں گا"۔ میں نے چاہا کہ دوڑ کر قدموں سے لپٹ جاؤں اور روک لوں مگر بے ادبی کے خوف سے ایسا نہ کرسکا اور التجاہی کرتا رہا کہ حضور اس وقت نہ جائیں حضور اس وقت رُک جائیں مگر حضرت کے قدم نہ رُکے اور دروازے تک پہونچتے ہی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے میں دوڑ کر دروازے پر پہنچا تو سوائے ہر سو اندھیرے کے کچھ بھی نہ سجھائی دیا۔ میں تھوڑی دیر تک تو حیرت استعجاب کے عالم میں دروازہ پکڑے کھڑا رہا پھر مایوس ہوکر دروازہ بند کیا اور گھر میں آگیا۔ رات کافی ہوچکی تھی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ ہم دونوں میاں بیوی اپنے پیر و مرشد کی اس طرح زیارت پر حیرت و مسرّت سے ہمکنار ہوکر ساری رات بیٹھے اپنے پیرو مرشد کی عظمتوں کے گُن گاتے رہے۔ ہمیں یقین ہوگیا تھا کہ ہمارا پیرو مرشد زندہ ہے وصال کی خبر کچھوچھہ شریف کے کسی دوسرے بزرگ سے متعلق ہوگی اور غلط فہمی میں میرے پیرو مرشد کے نام سے یہ خبر مشہور ہوگئی۔

اس وقت میرے پیر کا تشریف لانا محض کرامت کے طور پر تھا میرا پیر روشن ضمیر ہے اپنے مرید کی بیقراری اور تڑپ نہ دیکھ سکا اور دلجوئی کی خاطر زحمت فرمائی۔ ورنہ وصال کے بعد کون اس طرح دُنیا میں آتا ہے۔

اس طرح بقول حاجی صاحب مرحوم میں مطمئن ہوکر اگلے مہینے درگاہِ معلّیٰ میں ہونے والے سالانہ اگہن کے میلے میں حاضر بارگاہ ہو کر اپنے پیرومرشد سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کرکے اپنے روزمرّہ کے کام میں مصروف ہوگیا۔

آج تو میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا کہ پیرومرشد کی زیارت نصیب ہوگی حضور درگاہِ معلّیٰ میں اپنی مخصوص نشست گاہ پر رونق افروز ہوں گے مجھے قدمبوسی کی سعادت میسّر آئے گی۔ اور میں حضور سے اس قدر جلد واپسی پر شکوہ کروں گا۔ مگر..........

ہائے افسوس اب میں کس منہ سے گاؤں جاؤں گا۔ اپنے گاؤں والوں سے کیسے کہوں گا کہ اب میرا پیر کبھی گاؤں میں نہیں آئے گا۔ میرے پیر نے پردہ فرمالیا ہے۔ اتنا کہتے کہتے حاجی صاحب دوڑ کر قبر شریف سے لپٹ گئے اور قبر کی مٹی ان کے آنسوؤں سے پگھلنے لگی۔

جب پھولوں نے حیاتِ جاودانی کے گُن گائے

قبر شریف کی پختہ تعمیر کے سلسلے میں تختے تک کی مٹی ہٹائی جا رہی تھی اس وقت ہر دیکھنے والا انگشت بدنداں رہ گیا جب تدفین کے وقت گلابوں کی ہونے والی بارش میں مٹی کے ساتھ تقریباً چھ۶ ماہ پہلے دفن ہوئے گلاب کے تازہ پھول نکلنے لگے۔ گلاب کے پھولوں کی تازگی اور گلابی رنگت ایسی ہی تھی کہ جیسے ابھی ابھی لاکر ڈالے گئے ہیں اور زبانِ حال سے صاحبِ قبر کی حیاتِ جاودانی کے گیت گا رہے ہیں۔

اس روح پرور منظر کو دیکھ کر ہر شخص کا دل چاہا کہ ایک تختہ ہٹا کر ایک بار

پھر حضرت فاتحِ امرڈوبھا علیہ الرحمۃ کا دیدار کرلیا جائے مگر شریعت مطہرہ کا احترام مانع تھا اس لئے میں نے مستری ظہور احمد خاں اور دیگر حاضرین کے بیحد اصرار پر بھی اجازت نہ دی اور اپنے سینے میں اُبھرنے والے جذبات کو بھی ضبط کرلیا۔

حجِ بیتُ اللہ
کے موقع پر مرید کی دستگیری

موضع مئو ضلع بستی جواب سدّھارتھ نگر بن گیا ہے کے رہنے والے حضرت کے ایک بیحد چہیتے مُرید حاجی شہرت علی صاحب اشرفی مع اہلیہ حج بیت اللہ کے لئے حرم مکّہ حاضر ہوئے چونکہ پہلی حاضری تھی اس لئے حرم شریف کے مقدس دروازوں کے ناموں سے ناواقفیت اور ہمشکلی کے باعث ایک روز شب میں نفلی طواف سے فارغ ہوکر جب اپنی قیام گاہ پر جانے کے لئے نکلے تو یہ تمیز نہ کرسکے کہ اُن کا داخلی دروازہ کون سا تھا۔ نتیجتاً واپسی پر نہ تو انھیں اپنے جوتے چپّل ملے اور نہ ہی اپنی قیام گاہ کا راستہ مل سکا اور بھٹکتے ہوئے جانے کہاں پہنچے مگر انھیں اپنی منزل نہ مل سکی۔ دونوں میاں بیوی حیران و پریشان کھڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ بقول حاجی شہرتُ علی صاحبُ مرحوم (تقریباً دوسال ہوئے وصال فرما چکے ہیں) احرام کی چادریں زیبِ تن فرمائے ہوئے عام حاجیوں کے سے انداز میں ایک بزرگ تشریف لائے۔ مگر جانے کیوں چند قدم کے فاصلے پر رُک گئے اور مجھ سے

فرمایا کہ حاجی صاحب! آپ راستہ بھول گئے ہیں چلئے میں آپ کے کمرے تک پہنچادیتا ہوں۔ چونکہ مجھ سے مخاطب بزرگ احرام کی چادر سر سے اوڑھے ہوئے تھے اور صرف چہرے کا سامنے والا حصّہ ہی نمایاں تھا اس لئے میں پہچان نہ سکا کہ کون بزرگ ہیں آواز کچھ جانی پہچانی سی لگی مگر میں اپنی پریشان خاطری میں توجہ نہ دے سکا اور کسی حاجی پر گمان کرتے ہوئے میں نے کہا کہ حاجی صاحب بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھے میرے کمرے تک پہنچادیں گے۔ میرے اس جواب پر انھوں نے فرمایا کہ اچھّا میرے پیچھے پیچھے آئیے اور آگے بڑھ گئے ہم پیچھے پیچھے چلتے رہے کہ اچانک چپّلوں کی ایک دوکان پر رُک کر فرمایا کہ آپ دونوں کے چپّل گم ہوگئے ہیں لہٰذا اس دوکان سے لے لیجئے۔

ابھی ہم لوگ اپنے لئے چپّلیں خرید ہی رہے تھے کہ انھوں نے دوکان مالک کو چپّلوں کی قیمت ادا کردی تو میں نے کہا کہ حاجی صاحب! ہم لوگ غریب نہیں، اللہ ربّ العزّت نے ہمیں بیحد نوازہ ہے آپ پیسے نہ دیں یہ کہتے ہوئے جیسے ہی میں اُن سے قریب ہوا تو جانے کیوں وہ بزرگ جلدی سے دوسری طرف گھوم گئے اور فرمایا کہ حاجی صاحب جلدی چلئے دیر ہو رہی ہے اور پھر آگے بڑھ گئے مجبوراً ہم پھر پیچھے چلے۔ اتنے میں میری اہلیہ محسن نے کہا کہ ارے حاجی صاحب! آپ کو کیا ہوگیا ہے یہ بزرگ تو ہمارے پیر صاحب ہیں آپ اتنی دیر سے ساتھ ہیں آواز بھی سُن رہے ہیں اور اپنے پیرومرشد کو پہچان نہیں پارہے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ میں نے چونک کر سامنے دیکھا تو واقعی وہ

بزرگ مجھے اپنے پیرومرشد محسوس ہوئے اس احساس کے ساتھ ہی میں نے تیزی سے قدم بڑھائے تو آواز آئی ...." حاجی صاحب ! دیکھئے آپ کا کمرہ سامنے ہے اب میں جارہا ہوں "، میں نے چاہا کہ بڑھ کر قدموں سے لپٹ جاؤں مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ کے مصداق میرے دل کی آرزو دل ہی میں رہ گئی اور حضرت نگاہوں سے اوجھل ہو گئے کچھ دیر تک تو ہماری حسرتوں کی ماری نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکتی ہوئیں اپنے پیرومرشد کو ڈھونڈتی رہیں مگر پھر مایوس ہو کر ہم بوجھل قدموں سے اپنے کمرے میں آگئے۔ آج بھی جب وہ منظر یاد آتا ہے تو اپنی کم نصیبی کا احساس آنکھوں سے آنسو بن کر جھلکنے لگتا ہے۔

"فیضانِ جہانگیری آج بھی جاری ہے"

شہزادۂ سمناں حضرت فاتح امرڈوبھا علیہ الرحمۃ والرضوان کے ان ایمان افروز اور روحانی عظمتوں کے مظاہر واقعات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قطب عالم حضرت سید شاہ جہانگیر ثانی رضی اللہ عنہ کا وہ روحانی فیضان جس کے صدقے درِ جہانگیری پر ہر دور میں ولایت کے چراغ روشن رہے اور مجذوبانِ الٰہی عشقِ حقیقی کی برکتوں کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں آج بھی اَلحمدُ لِلّٰہ جاری وساری ہے۔

دستور کے مطابق ایک کے بعد دوسری ذات اس منصبِ جذب وسلوک پر فائز ہوتی رہی ہیں لہٰذا حضور والدِ ماجد حضرت غازئ اسلام علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد یہ سعادتِ عظیمہ ان کے پوتے اعظم میاں سلّمہٗ کے حصّہ میں آئی۔ اَلحمدُ لِلّٰہ میرا بیٹا اس منصبِ عظیم پر

فائز ہو کر اپنے اسلاف کی شاندار روایتوں کا امین بن کر آج فیض بخش خاص و عام ہے۔

دعا ہے کہ ربّ قدیر اپنے حبیب علیہ التحیۃ والثناء کے صدقے و طفیل اس فیض کو مزید فزوں فرمائے اور شرفِ دوام سے نوازے۔ آمین

۲۷ ر رمضان المبارک
سنہ ۱۴۲۲ھ

:- تمام شد :-

ہماری مطبوعات

اسمائے کتب	قیمت	اسمائے کتب	قیمت	اسمائے کتب	قیمت
تعمیر ادب قاعدہ اصلاح شدہ	۲/=	مجانی الادب	۱۵/=	بھیگی پلکوں کا بوجھ	۳۵/=
تعمیر ادب اوّل "	۳/=	باکورۃ الادب	۱۰/=	آئینہ تاریخ حضرت آدم سے محسن اعظم تک	۶۰/=
تعمیر ادب دوم "	۴/=	گلزار دبستاں	۱۲/=	تاریخ گنبد خضراء	۹۰/=
تعمیر ادب سوم "	۶/=	امین النحو	۱۰/=	نورانی محفل (اناؤنسری)	۶/=
تعمیر ادب چہارم "	۸/=	امین الصرف	۱۰/=	بارش رحمت	۸/=
تعمیر ادب پنجم "	۹/=	امین الصیغہ شرح علم الصیغہ	۳۰/=	نغمات حیدر	۶/=
تعمیر قواعد اوّل	۶/=	فارسی کی پہلی	۸/=	انتخاب اعلیحضرت	۱۰/=
تعمیر قواعد دوم	۸/=	فارسی کی دوسری	۱۲/=	رنگین اٹیلس	۵/=
امداد القواعد اوّل	۶/=	تسہیل المصادر	۸/=	کیفی پہاڑہ	۲/=
امداد القواعد دوم	۱۰/=	اصول حدیث	۳/=	یسّرنا القرآن خورد	۲/=
رہنمائے طب اوّل	۲۵/=	غم گسار تلخیص باغ و بہار	۵/=	یسّرنا القرآن کلاں مجلد	۵/=
رہنمائے طب دوم	۵۰/=	مصباح التجوید	۵/=	نورانی گلدستہ	۲۵/=
جواہر المنطق	۲۵/=	معرفۃ التجوید	۳/=	رجسٹر حاضری طلبہ	۲۰/=
عروس الادب	۲۵/=	اصطلاحات جغرافیہ	۴/=	جغرافیہ ضلع گونڈہ	۱۴/=
تلخیص الاعراب	۱۵/=	ہمارا جغرافیہ سدھارتھ نگر	۸/=	شرح قصیدہ بردہ شریف	۳۰/=
فیض الادب اوّل	۱۵/=	ہمارا صوبہ اتر پردیش	۱۲/=	آسان تقریریں (اوّل)	۱۰/=
فیض الادب دوم	۲۰/=	اردو خطوط نویسی	۸/=	آسان تقریریں (دوم)	۱۵/=
مصباح الادب شرح فیض الادب اوّل	۲۵/=	آئینہ تصوّف	۳۰/=	نکہت گل	۸/=
نور الادب شرح فیض الادب دوم	۳۵/=	معراج کرم	۲۵/=	گل طیبہ	۸/=
ازہار العرب	۱۲/=	رسول اعظم اغیار کی نظر میں	۲۵/=	سوانح سید سالار مسعود غازی	۴۵/=
تیسیر المبتدی	۶/=	حرمین شریفین اور نجدی	۱۵/=	بزم نور (اناؤنسری)	۱۰/=
		شمع خطابت	۲۵/=		
		بزم خطابت	۲۵/=		

کتب خانہ قادریہ اٹوا بازار ضلع سدھارتھ نگر یو پی (۲۷۲۱۹۲)

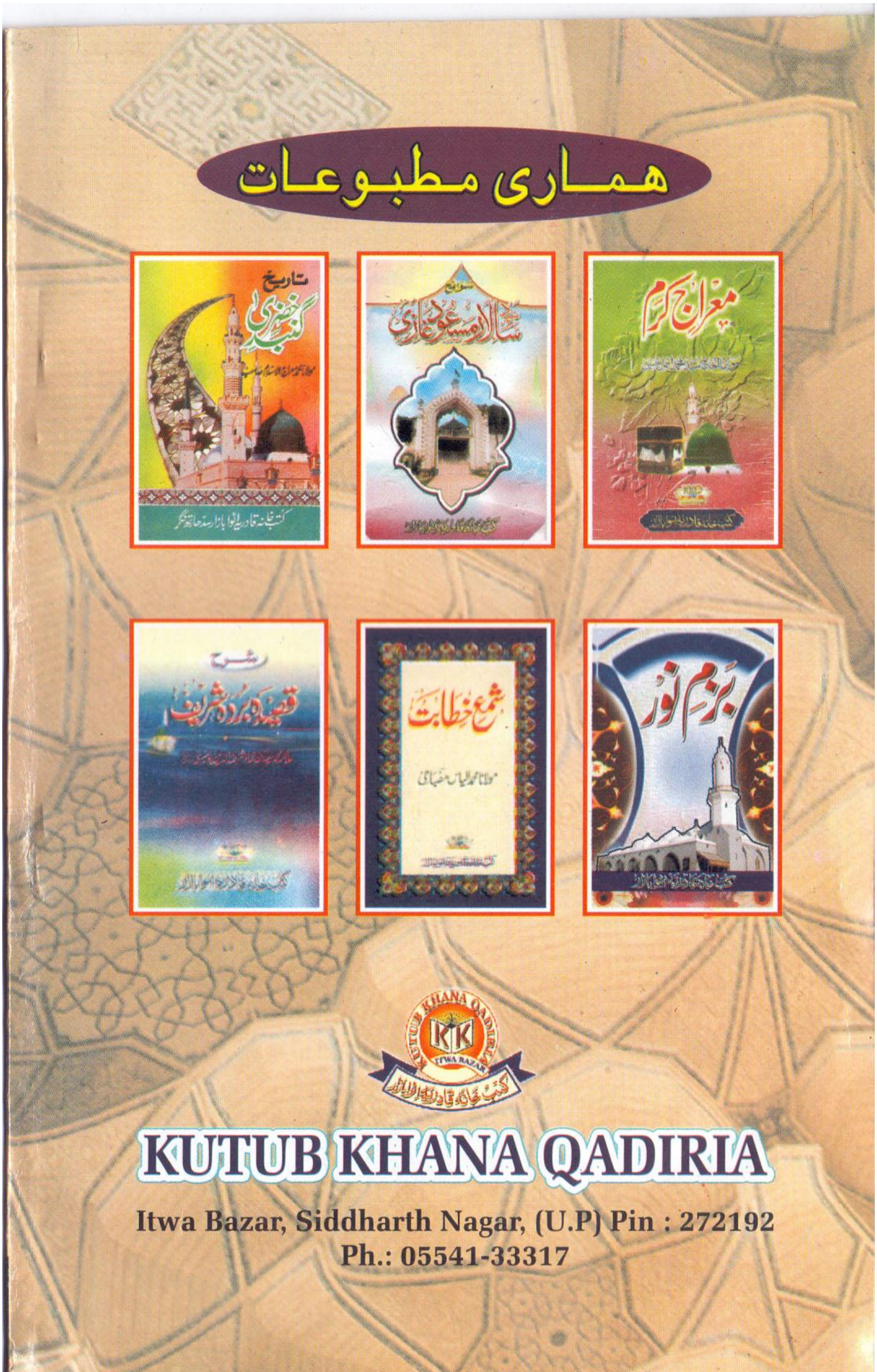
مرکزی کتب خانہ قادریہ

الٹوا بازار۔ ضلع سدّھارتھ نگر۔ یوپی، پن کوڈ:- ۲۷۲۱۹۲

کتب خانہ قادریہ الٹوا بازار، سدّھارتھ نگر۔ یوپی کا ایک مرکزی کتب خانہ ہے۔ جس نے اس علاقے میں جماعت اہل سنّت کی کتابوں کی نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا ہے نیز بدر ملّت حضرت علّامہ و مولینا بدرالدّین صاحب علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف کی اشاعت بھی اس کتب خانہ کے ذریعہ ہوئی ہے۔

تمام شائقین اہلِ علم سے گذارش کی جاتی ہے کہ تمام طرح کے دینی، مذہبی و معاشرتی (اُردو، ہندی، انگریزی وغیرہ) کتابوں کے حصول کے لئے مکتبہ سے رابطہ قائم کریں۔ انشاءاللہ آپ کی فرمائش کی تکمیل حسب ارشاد کی جائے گی۔ تفصیلات کے لئے ہم سے فہرست طلب فرمائیں نوازش ہو گی۔

منیجر
محمّد قاسم اشرفی


ہماری مطبوعات
تاریخ گنبد خضری
سوانح سالار مسعود غازی
معراج کرم
شرح قصیدہ بردہ شریف
شمع خطابت
بزم نور
KUTUB KHANA QADIRIA
Itwa Bazar, Siddharth Nagar, (U.P) Pin : 272192
Ph.: 05541-33317

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ

سورہ فاتحہ ۱ مکی ہے اور اس میں سات آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنام خدای بخشائندہ مہربان

اللہ کے نام سے جو بہت رحم والا مہربان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ

ثنا وستائش خدا بر است پروردگار عالمہا بخشائندہ

ثناوتعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ۲ بہت رحم والا

الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ اِیَّاكَ نَعْبُدُ

مہربان خداوند روز جزا ترا می پرستیم

مہربان ۳ جزا کے دن کا مالک ۴ تجھ ہی کو ہم پوجتے ہیں

وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

و تو مدد می طلبیم بنما مارا راہ

اور تیری ہی مدد کو طلب کرتے ہیں ۵ تو ظاہر فرما ہمارے واسطے راستہ

الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬

راست راہ آنانکہ انعام کردی بر ایشاں

سیدھا ۶ راستہ ان لوگوں کا انعام کیا تو نے جن سب پر ۷

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۠

بجز آنانکہ خشم گرفتہ شد بانہا و بجز گمراہان

نہ ان کا جو غضب یافتہ ہیں اور نہ گمراہوں کا ۸

منزل ۱

تفسیر
اظہار العرفان

۱ سورہ فاتحہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی کیونکہ مکہ مکرمہ میں فرض صلوٰۃ اور مدینہ منورہ میں تحویل قبلہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس میں سات آیات، ۲۵ کلمات اور ۱۲۳ حروف ہیں۔(غرائب القرآن)

۲ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم الحمد لله رب العالمین پڑھو گے تو بیشک تم نے اللہ کا شکر ادا کیا اس لئے اللہ تمہیں اور زیادہ دیگا۔ (ابن جریر)

۳ رحمن فعلان کے وزن پر ہے اور رحیم فعیل کے وزن پر ہے اور یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں یعنی بہت رحم فرمانے والا۔ حضرت عزری فرماتے ہیں کہ اللہ رحمن جمیع خلق کیلئے ہے اور رحیم خاص مؤمنین کیلئے ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رحمٰن سے مراد رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (دنیا اور آخرت میں رحم فرمانے والا) ہے اور رحیم سے مراد رَحِیْمُ الْاٰخِرَةِ (آخرت میں رحم فرمانے والا) ہے جو صرف ایمان والوں کیلئے ہے۔(ابن جریر)

۴ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یوم حساب یعنی قیامت کا دن ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن مجازی بادشاہ بھی نہ ہوگا۔(ابن جریر)

۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ ہم تجھے ایک مانتے ہیں، تجھ ہی سے ڈرتے ہیں اور تجھ ہی سے امید رکھتے ہیں اے ہمارے رب تیرے سوا کسی سے نہیں اور وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کا مطلب یہ ہے کہ ہم تیری اطاعت میں اور اپنے تمام امور میں تیری ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ (ابن جریر) ۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد قرآن ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اسلام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے محمد ﷺ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پڑھیے یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ اللہ نے طریق ہادی کے بارے میں الہام کیا ہے اور وہ اللہ کا دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رسول ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا راستہ ہے۔ (ابن جریر) بیشک مؤمن جب اللہ تعالیٰ کو دلیل واحد سے پہچان لیتا ہے تو اسکی نظر میں ممکنات کی اقسام میں کوئی موجود ایسا نہیں ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے وجود، علم، قدرت، جود، رحمت اور حکمت پر دلائل نہ ہوتے ہوں اور کبھی دین انسان دلیل واحد سے مجمع ہوتا ہے اور وہ باقی دلائل سے غافل رہتا ہے اس لئے مؤمن کا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ "اے ہمارے معبود! ہم نے جان لیا کہ ہر شے میں تیری ذات، صفات، قدرت اور علم پر دلائل کی کیفیت موجود ہے [اس لئے ان دلائل کی راہ ہمارے لئے ظاہر فرما]"۔(تفسیر کبیر) ۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ راستہ جس پر اللہ نے انعام فرمایا ہے وہ ملائکہ، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ہے۔(ابن جریر) ۸ غیر بمعنی سوا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہود ہیں اور جب وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں۔(ابن جریر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے سورہ فاتحہ کی مثل کوئی سورت تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں، زبور میں اور نہ (خود) قرآن میں۔(ترمذی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورہ فاتحہ ہر مرض کیلئے شفاء ہے۔ حضرت ابو میسرہ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ سورہ فاتحہ کی تلاوت فرمائیں پس جب آپ ولا الضالین کہیں تو آمین کہئے۔ مسئلہ: سورہ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا سنت ہے۔(مظہری)

مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن فارسی سے اردو ترجمہ قرآن اور اس پر تفسیر اظہار العرفان کے موجودہ کام کا عکسی صفحہ یہ کام آپکے اورنگی ٹاؤن میں ہو رہا ہے اور اس کام کا شرف شیخ الحدیث علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی صاحب (خلیفہ صاحب سجادہ) کو حاصل ہے۔

منجانب الاشرف لان شاہ فیصل چوک، سیکٹر G-14، اورنگی ٹاؤن، کراچی۔(فون : 6658705)

آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ ایک تحریک

آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ سنی صوفی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم ہے جو اس فکر کے تحت وجود میں آئی کہ خانقاہوں، آستانوں، درگاہوں کے سربراہ مسلم مسائل کو اپنے مشاہدات کی بناء پر سمجھ کر ان کے حل کے لئے حکومت وقت پر دباؤ ڈالیں۔ یہ بورڈ اسی مقصد کے تحت سرگرم عمل ہے اور اس نے مرکزی اور ریاستی حکام کو بہت سے مسائل کی سنگینی سے واقف کرایا ہے۔ علماء اور مشائخ شہروں اور گاؤں کا دورہ کر کے عوام وحکام دونوں کو اس سے باخبر کرتے ہیں کہ افسر شاہی میں، انتظامیہ میں اور سیاسی طبقہ میں مسلم نمائندگی کا سوانگ رچا کر جو لوگ آزادی کے بعد سے پہونچے ہوئے ہیں، ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت میں انہیں کبھی اتنی مقبولیت نہیں ملی کہ وہ نمائندہ بن کر کھڑے ہو سکیں۔ ان لوگوں نے مسلم امور یعنی حج واوقاف پر قبضہ کیا، تعلیمی اداروں کو استعمال کیا اور میڈیا کو اپنے ہاتھ میں لیکر صرف مسلم مسائل کا نام دیکر مسلمانوں کی بھلائی سے زیادہ وہ اپنے ذاتی مفادات اور اقتصادی ضرورتوں کی تکمیل میں سرگرم عمل ہیں۔ بورڈ نے قومی وقف ترقیاتی کونسل کی تشکیل اور وقف ترمیمی بل کی منظوری جیسے سرکاری اقدامات پر سخت احتجاج کیا ہے۔ گو کہ بورڈ کی بات سنجیدگی سے سنی جاتی ہے اور جنتر منتر احتجاج سمیت کئی بڑی کانفرنسوں میں لاکھوں کی تعداد میں ہندوستانی مسلمانوں کی شرکت سے حکام کو اندازہ ہوا ہے کہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت بورڈ کے ساتھ ہے۔ بورڈ نے کسی تفریق کے بغیر مسلمانوں کی فلاح کے لیے کچھ پروگرام وضع کئے ہیں۔ مثلاً۔

(۱) مسلم اکثریتی علاقوں میں اعلی تعلیم کے معیاری مراکز کا قیام۔ (۲) ہمارے وطن عزیز میں امن ویکجہتی کے لئے تقریباً ہر شہر میں صوفی مرکز کا قیام۔ (۳) وقف بورڈ کے زیر انتظام اور محکمہ آثار قدیمہ کے زیر تحفظ مسجدوں ودیگر اوقاف میں واقف کی منشا کے مطابق صوفی روایتوں کا احیا۔ (۴) مسلم باڈیوں میں عموماً اور مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والی سرکاری باڈیوں میں خصوصاً سنیوں کی بھرپور نمائندگی کو یقینی بنانا۔ (۵) جملہ خانقاہوں اور درگاہوں کو ایسے تسلط سے آزاد کرانا جن کا اس روایت میں یقین نہیں۔

بورڈ نے رائے عامہ بیدار کرنے کے لئے اب تک ہزاروں چھوٹی بڑی میٹنگوں کے علاوہ کئی بڑی کانفرنسوں کا بھی اہتمام کیا ہے۔ جن میں سنی کانفرنس مرادآباد، سنی کانفرنس بھاگلپور، مسلم مہاپنچایت مرادآباد، مسلم مہاپنچایت بیکانیر، سنی کانفرنس امیٹھی اور ایک بڑا احتجاجی جلسہ دہلی جنتر منتر پر بھی منعقد کیا۔ مذکورہ بالا پروگراموں کے بعد بورڈ نے ایک انقلابی قدم اٹھایا اور دہلی میں "ورلڈ صوفی فورم" کے نام سے چار روزہ پروگرام جس میں تین روزہ سیمینار اور ایک روزہ انٹرنیشنل صوفی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس میں ملک وبیرون ملک سے ہزاروں علماء کرام ومشائخ عظام نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ لکھنؤ میں صوفی ازم اور انسانیت پر ایک سیمینار بھی منعقد کیا گیا۔ ان تمام پروگراموں میں منظور ہونے والی قراردادیں مرکزی وریاستی حکومتوں کو بھیج دی گئیں۔

بورڈ مسلمانوں کے مسائل کو سمجھ کر ان کے حل نکالنے کی سفارش پوری سنجیدگی سے کر رہا ہے۔ اور اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ اقلیتوں کے لئے جاری سرکاری اسکیموں سے ہندوستانی صوفی مسلمانوں کو فائدہ پہونچنا یقینی ہو۔ اس کے علاوہ مدارس اور مساجد کے نظام کی درستگی کے لئے باقاعدہ مسودہ تیار کیا ہے۔ بالخصوص طلباء مدارس کے لئے ایک خصوصی پروگرام تیار کیا ہے جس میں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی اہمیت و افادیت کو باور کرایا جاتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بورڈ علماء مدارس اور ائمہ مساجد کے بشمول مسلم نوجوانوں کے روزگار کیلئے بھی کوشش کر رہا ہے۔

صوفیوں کی رائج کردہ گنگا جمنی تہذیب کو زندہ رکھنے کے لئے بورڈ ہمہ وقت عملاً کوشاں رہتا ہے۔ ملک میں امن وسلامتی کے قیام اور انسانی رواداری کا تحفظ وغیرہ بورڈ کے اہم مقاصد ہیں۔ قوم وملت کیلئے آواز بلند کرنے کی خاطر آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کے ممبر بنیں۔ ہم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے لیکن آپ سے ملکر اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔ بورڈ کے رکن بنیں اور تشدد کے خلاف اقدام میں حصہ لیں۔

ALL INDIA ULAMA & MASHAIKH BOARD

Head Office : 20-Johri Farm, IInd Floor, Lane No.1, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-25

State Office U.P. : 106/73, Nazar Bagh, Cantt. Road, Lucknow-226001

Contact : +91 9212357769 (H.O.) , 9936459242 Email: aiumbdel@gmail.com, Website: aiumb.org



السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

If you want to read these Books Please Provide Email I'd or Contact me.

Email: aalerasoolahmad@gmail.com Facebook: Aale Rasool Ahamd Twitter: @aalerasoolahmad

Introduction to AIUMB

All India Ulama & Mashaikh Board (AIUMB) has been established with the basic purpose of popularizing the message of peace of Islam and ensuring peace for the country and community and the humanity. AIUMB is striving to propagate Sunni Sufi culture globally .Mosques, Dargahs, Aastanas, and Khanqwahs are such fountain heads of spirituality where worship of God is supplemented with worldly duties of propagating peace, amity, brotherhood and tolerance.

AIUMB is a product of a necessity felt in the spiritual, ethical and social thought process of Khaqwahs.Khanqwahs also have made up their mind to update the process and change with the changing times. As it is a fact that Khanqwahs cannot ignore some of the pressing problems of the community so the necessity to change the work culture of these centers of preaching and learning and healing was felt strongly. AIUMB condemns all those deeds and words that destabilize the country as it is well known that this religion of peace never preaches hatred .Islam is for peace. Security for all is the real call. AIUMB condemns violence in all its form and manifestation and always ready to heal the wounds of all the mauled and oppressed human beings. The integral part of the manifesto of AIUMB is peace and development. And that is why Board gives first priority to establish centers of quality modern education in Sunni Sufi dominated ares of the country. The other significant objectives of the Board are protection of waqf properties, development of Mosques, Aastanas, Dargahs and Khanqwahs.

This Board is also active in securing workable reservation for Muslims in education and employment in proportion to their population. For this we have been organizing meetings in U.P, Rajasthan, Gujrat, Delhi, Bihar, West Bengal, Jharkhand, Chattisgadh, Jammu& Kashmir, and other states besides huge Sunni Sufi conferences and Muslim Maha Panchayets . Sunni conference (Muradabad 3rd Jan 2011)Bhagalpur(10th May 2010) and Muslim Maha Panchayet at Pakbara Muradabad (16th October 2011) and also Mashaikh e tareeqat conference of Bareilly (26th November 2011) are some of the examples.

HISTORICAL FACT AND THE NEED OF THE HOUR

The history of India bears witness to that fact that when Alama Fazle Haq Khairabadi gave the clarion call to fight for the freedom of our country all the Khanqahs and almost all the Ulama and Mashaikh of Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat rose in unison and gave proof of their national unity and fought for Independence which resulted in liberation of our country from British rule.

But after gaining freedom, our Khanqahs and The Ulama of Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat went back to the work of dawa and spreading Islam, thinking that the efforts that were undertaken to gain freedom are distant from religion and leaving it to others to do the job. Thus the Independence for which our Ulama and Mashaikh paid supreme sacrifice and laid down their lives resulted in us being enslaved and thereby depriving us legimative right to participate in the governance of our country.

After the Independence hundreds of issues were faced by the Umma, whether religious or economic were not dealt with in a proper way and we kept lagging behind. During the lat 50 years or so a handful of people of Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat could become MLA's, MP's and minister due to their individual efforts lacking all along solid organized community backing as a result of which Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat remained disassociated with the Government machinery and we find that we have not been able to found foothold in the Waqf Board, Central Waqf Board, Hajj Committee, Board for Development of Arbi, Persian & Urdu or Minorities Commission. Similarly when we look towards political parties big or small we see a specific non-Sunni lobby having strong presence. In all the Institution mentioned above and in all political parties Sunni presence is conspicuous by its absence.

Time and again Ulama and Mashaikh have declared that the Sunni's constitutes a total of approximately 75% of all Muslim population. This assertion have lived with us as a mere slogan and we have not been able to assert ourselves nor have we made any concerted efforts to do so.

It is the need of the hour that The Ulama and Mashaikh should unite and come on single platform under the banner of Ahl-E- Sunnah Wal-Jamaat to put forward their message to the Sunni Qaum. To propagate our message Sunni conferences should be held in the District Head Quarters and State Capitals at least once a year to show our strength and numbers this is an uphill task and would require huge efforts but rest assured that once we do that we shall be able to demonstrate our number leaving the non-Sunni way behind thereby changing the perception of political parties towards us and ensuring proper representation in every field.

AIMS AND OBJECTIVES OF AIUMB

To safeguard the right of Muslim in general and Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat in particular.

To fight for proper representation of responsible person of Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat in national and regional politics by creating a peaceful mass movement.

To ensure representation of Sunni Muslim in Government Organization specially in Central Sunni Waqf Boards and Minorities Commission.

To fight against the stranglehold and authoritarianism of non-Sunni's in State Waqf Board.
To ensure representation of Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat in the running of the state waqf board.

To end the unauthorized occupation of the Waqf properties belonging to Dargahs, Masajids, Khanqahs and Madarasas, by ending the hold of non-Sunni's and to safeguard Waqf properties and to manage them according to the spirit of Waqf.
To create an envoirment of trust and understanding among Sunni Mashaikh, Khanqahs and Sunni Educational institution by realizing the grave danger being paced by Ahl-E-Sunnah Wal-Jamaat. To rise above pettiness, narrow mindedness and short sightedness to support common Sunni mission.

To work towards helping financially weak educational institutions.

To provide help to people suffering from natural calamities and to work for providing help from Government and other welfare institutions.

To help orphans, widows, disabled and uncared patients.

To help victims of communalism and violence by providing them medical, financial and judicial help.

To organize processions on the occasion of Eid-Miladun-Nabi (SAW) in every city under the leadership of Sunni Mashaikh. To restore the leadership of Sunni Mashaikh in Juloos-E-Mohammadi (SAW) wherever they were organized by Wahabi and Deobandis.

To serve Ilm-O-Fiqah and to solve the problem in matters relating to Shariah by forming Mufti Board to create awareness among the Muslims to understand Shariah

To establish Interaction with electronic and print media at district and state level to express our viewpoint on sensitive issues.

Ashrafe–Millat Hazrat Allama Maulana Syed Mohammad Ashraf Kichhowchhwi

President & Founder All India Ulama & Mashaikh Board

Email : ashrafemillat@yahoo.com

Twitter : www.twitter.com/ashrafemillat

Facebook : www.facebook.com/AIUMBofficialpage

Website: www.aiumb.org

Head Office :

20, Johri Farm,

2nd Floor, Lane No. 1 Jamia Nagar, Okhla

New Delhi -25

Cell : 092123-57769 Fax : 011-26928700

Zonal Office: 106/73-C, Nazar Bagh, Cantt. Road,

Lucknow. Email : aiumbdel@gmail.com

AIUMB

AN APEX BODY OF SUNNI MUSLIMS